اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۷ — شمارہ ۵/۶

رمضان ۱۴۱۲ھ — فروری/مارچ ۱۹۹۲ء

بیاد: حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی

ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۶۰/- روپے فی پرچہ ۶/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم حقانیہ میں تقریب ختم بخاری و جلسہ دستار بندی کے موقع پر
افغان زعماء جہاد اور اسلامی قوتوں کے قائدین کا اجتماع ——
ایمان افروز مناظر اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف ولولوں کا مظاہرہ

بدلتی ہوئی عالمی صورت حال، جہاد افغانستان، امریکہ و اقوام متحدہ کے مذموم عزائم اور پاکستان کی بدلتی ہوئی افغان پالیسی کے بارے میں لائحہ عمل، خود افغان قیادت میں بُعد اور فاصلوں کو کم کرنے کی پیش رفت کا جائزہ لینے کے سلسلہ میں جنوبی ایشیاء کے اہم علمی و دینی مرکز دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں جہاد افغانستان کے تمام مرکزی قائدین سمیت جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین، وزیر اعلیٰ سرحد، وفاقی وزیر اعجاز الحق اور اجلاس کے داعی و سینیٹر مولانا سمیع الحق کا ۱۴ فروری کو ایک میز پر اکٹھے بیٹھ کر باہمی مشاورت، جہادی امور اور بین الاقوامی صورت حال پر تبادلہ خیال اور اتحاد کے استحکام کے سلسلہ میں بنیادی امور پر گفت و شنید جس خوشگوار ماحول اور پُر اعتماد فضا میں ہوئی اس کو مستقبل کے افغانستان میں گول میز کانفرنس اور جنیوا معاہدہ کی طرح تاریخ میں ایک فیصلہ کن مؤثر قرار دیا جاتے گا۔

حسن اتفاق سے یہ دار العلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کا اختتام تھا دار العلوم سے اس سال شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کے پوتے اور حضرت مولانا سمیع الحق کے برخوردار مولانا حامد الحق سمیت ۲۵۶ فضلاء نے فارغ التحصیل ہونا تھا اجتماعی دستار بندی اور دار العلوم کے سالانہ جلسوں کا انعقاد گذشتہ ۲۰، ۲۵ سال سے متروک العمل ہے مگر اب کے بار افغان قیادت کے باہمی اتحاد، مذاکرات، مشاورت اور انہیں ایک میز پر اکٹھا بٹھانے کی غرض سے صاحبزادہ مولانا حامد الحق کی تحصیل علم سے فراغت اور دستار بندی کی تقریب کو عنوان بناکر جلدی میں ایک مختصر تقریب کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور بہت محدود افراد کو دعوت دی گئی۔

چنانچہ جمعیۃ علماء اسلام کے قائد اور دار العلوم کے پرنسپل مولانا سمیع الحق کی دعوت پر نجات ملی اسلامی کے امیر اور افغان عبوری حکومت کے سربراہ پروفیسر صبغت اللہ مجددی وزیر اعظم جناب استاد عبد الرب رسول سیاف، حزب اسلامی (خالص گروپ) کے امیر مولانا یونس خالص جمعیۃ اسلامی کے امیر پروفیسر برہان الدین ربانی، فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی حرکت انقلاب اسلامی (منصور گروپ) کے امیر مولانا نصر اللہ منصور، حزب اسلامی قاضی گروپ کے سربراہ قاضی محمد امین وقار بذات خود شریک ہوئے جبکہ حرکت انقلاب اسلامی (محمدی گروپ) کے امیر مولانا محمد نبی محمدی

نے اپنے نائب امیر کی سرکردگی میں اپنی جانب سے نمائندہ وفد بھیجا خود اپنی شدید مجبوری اور بعض ناگزیر عوارض کے پیش آجانے پر معذرت پیش کی۔

حزب اسلامی (حکمت یار گروپ) کے امیر جناب گلبدین حکمت یار نے بھی تقریب سے دو روز قبل مولانا سمیع الحق کے ساتھ فون پر تفصیلی بات چیت کے دوران آنے کا قطعی ارادہ ظاہر کیا تھا مگر اسی دن بعض غیر ملکی عرب مہمانوں وغیرہ کی وجہ سے وہ مصروفیت میں پھنس گئے اور تشریف نہ لا سکے اور بعد میں مولانا سے معذرت کا اظہار کیا۔

جہاد افغانستان سے وابستہ بعض اہم شخصیات سعودی عرب کے سفیر جناب محمد یوسف المطبقانی، صدر ضیاء الحق شہید کے فرزند وفاقی وزیر اعجاز الحق اور افغان دشمن قوتوں کی خطرناک ریشہ دوانیوں اور تباہ کن پالیسیوں کے ازالے اور ان سے تحفظ کے پیش نظر صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب میر افضل خان جن کے مولانا سے محبت کے مراسم ہیں کو بھی حقیقی صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے مدعو کیا گیا چنانچہ انہوں نے صوبائی وزراء کی ایک ٹیم جو سلیم سیف اللہ، حبیب اللہ خان کنڈی اور جان محمد خان خٹک پر مشتمل تھی کی معیت میں اجلاس میں شریک ہوئے سینٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد کے بھی مولانا سمیع الحق سے دیرینہ مراسم ہیں اس بناء پر انہوں نے شمولیت کا عزم کر لیا تھا مگر اسی دن لاہور میں ان کی کزن کی شادی کی مجبوری کی وجہ سے نہ آسکے۔

دار العلوم حقانیہ کی مرکزیت وجامعیت، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا حلقہ ارادت وتلامذہ، مولانا سمیع الحق کے ملک بھر میں حلقہ احباب کی وسعت اور جمعیۃ سے وابستہ ملک بھر کے تمام اراکین کی عظمت واہمیت کے باوصف تقریب کے انتظامات میں شدید مصروفیت اور وقت کے اختصار کے پیش نظر صرف جمعیۃ علماء اسلام سرحد کی مجلس شوریٰ کے ارکان اور چاروں صوبوں کے مرکزی قائدین کو مدعو کرنے پر اکتفا کیا گیا لہٰذا جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے اکابر، عہدیدار اور ارکان شوریٰ کے علاوہ مرکزی قائدین اور مشائخ بھی شریک ہوئے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے نائب امیر مولانا قاضی عبداللطیف، حضرت لاہوری کے خلیفہ اجل مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مولانا قاری محمد امین، شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان، سرحد کے مختلف دینی مدارس وجامعات کے اکابر اساتذہ اور ارباب علم وفضل نے شرکت کی۔

سعودی عرب کے سفیر جناب محمد یوسف المطبقانی جن کو مولانا سمیع الحق نے قدیم علمی مراسم اور ذاتی تعلقات کی بناء پر مدعو کیا تھا صبح ۱۰ بجے دار العلوم حقانیہ تشریف لے آئے باہمی مشاورت اور تبادلہ خیال کی پہلی نشست جو مولانا سمیع الحق کی قیام گاہ پر منعقد ہوئی تھی میں آخر تک شریک رہے جبکہ اس سے قبل دار العلوم کے پرنسپل کی معیت میں جامعہ حقانیہ کے مختلف شعبہ جات، درس نظامی کی درسگاہوں، لائبریری موتمر المصنفین، تعلیم القرآن ہائی سکول، ماہنامہ الحق، پندرہ روزہ ترجمان دین، دار الحفظ والتجوید وغیرہ کا تفصیلی معائنہ کیا واپسی پر جب مہمان خانہ میں

میں تشریف لاتے تو جمعیۃ علما اسلام صوبہ سرحد کی نو تشکیل شدہ مجلس شوریٰ کا اجلاس جاری تھا سفیر محترم شرکاء اجلاس ارکان اور اہل علم کے ساتھ گھل مل گئے اختتامی کارروائی میں شرکت کی اور مولانا سمیع الحق کی درخواست پر خطاب بھی فرمایا انھوں نے اپنی تقریر میں مسئلہ خلیج پر قائد جمعیۃ کی پالیسی، موقف حقہ اور جمعیۃ علما اسلام کے مثالی کردار کی تعریف کی اور مولانا سمیع الحق کو بار بار خراج تحسین پیش کیا۔

افغان رہنماؤں کے باہمی تبادلۂ خیال کی پہلی نشست ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے تک مولانا سمیع الحق کی قیام گاہ پر بند کمرے میں ہوئی جس میں مرکزی زعما جہاد اور پارٹی سربراہوں کے علاوہ مولانا سمیع الحق، مولانا قاضی عبداللطیف سعودی عرب کے سفیر الشیخ محمد یوسف المطبقانی، وفاقی وزیر اعجاز الحق اور فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی شریک ہوئے مولانا سمیع الحق نے اپنے معزز مہمانوں کو اسی جگہ ضیافت بھی دی —— عجیب منظر تھا ایک طرف مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ پران کے بیڈ روم سے ملحق چھوٹی سی مگر خوبصورت لائبریری میں افغان جہاد کا پورا اثاثہ بلکہ پاکستان سے جہاد کے ظاہری بانی جنرل ضیا الحق مرحوم کے فرزند اعجاز الحق اور جہاد کے روحانی بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے جانشین مولانا سمیع الحق ایک چھت کے نیچے جمع تھے۔ سعودی عرب کے سفیر جناب مطبقانی بھی کمرے میں رونق افروز تھے باہر ہزاروں علما، زعما، جماعتی کارکن، طلبہ اور دارالعلوم کے مخلصین و محبین کی ہلچل اور علاقہ بھر سے امڈ آنے والا عامۃ المسلمین کے سیلاب نما انبوہ کا منظر دیدنی تھا۔

دارالعلوم کے آمنے سامنے تقریباً ایک میل کے رقبے میں گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آرہی تھیں مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ کے باہر مسلح دستوں کی حفاظتی پوزیشن، دارالعلوم کے مختلف حساس جہات میں مسلح گارڈ کے فرائض انجام دینے والے کارکنوں کی نقل و حرکت، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شہدائے بالاکوٹ کی روحیں پھر سے زندہ ہوکر میدانِ کارزار میں برسرپیکار ہیں ایک دلچسپ اور ایمان افروز لشکر گاہ کا سماں تھا۔

دوسری نشست نماز جمعہ سے قبل کی تھی جو بغیر کسی پیشگی تشہیر اخباری خبر بغیر کسی اشتہار اور اعلانِ عام کے ایک عظیم الشان جلسہ عام کی شکل اختیار کر گئی جس میں سرحد بھر سے دارالعلوم کے قدیم و جدید فضلاء، ارباب علم و دانش اساتذہ علم و مشائخ، افغان جہاد کے محاذ جنگ کے جرنیلوں، عامۃ المسلمین اور اس سال فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء کے متعلقین بسوں ویگنوں، ڈاٹسنوں اور موٹروں میں قافلوں کی صورت میں شریک ہوتے رہے جامع مسجد سمیت دارالعلوم کے تمام احاطوں، اطراف برآمدوں، دارالحدیث اور درسگاہوں کی چھتوں پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی دارالعلوم کو اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت رہی۔

دوسری نشست کے پہلے خطیب افغان عبوری حکومت کے وزیر اعظم اور اتحاد اسلامی کے صدر استاد

عبدالرب رسول سیاف تھے انہوں نے اپنے مدلل اور پر مغز خطاب میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی و موسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور پرنسپل مولانا سمیع الحق اور فضلاء کے جہاد افغانستان کے سلسلہ میں بنیادی اور مستحکم و مؤثر کردار کو سراہا اور موجودہ حالات میں افغان اتحاد اور مسئلہ افغانستان کے سلسلہ میں ان کی مساعی کو بروقت اور مؤثر قرار دیتے ہوئے اب کی اس تازہ ترین کوشش کو مستقبل کے حالات اور جہادی امور میں پیش آمدہ صورت حال میں ایک فیصلہ کن موڑ قرار دیا اس کے بعد جمعیۃ اسلامی افغانستان کے امیر پروفیسر برہان الدین ربانی کی ایک مختصر مگر جامع تقریر افغان اتحاد کی ضرورت واہمیت اور موجودہ حالات میں اس کی عملی واقعیت کے موضوع پر حاوی رہی انہوں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے جس طرح اپنی زندگی میں جہاد کے آغاز کار ہی سے ہماری سرپرستی فرمائی مختلف مراحل اور بعض اوقات پریشان کن صورت حال میں انہوں نے جس طرح افغان مجاہدین کی معاونت کی بحمداللہ ان کی وفات کے بعد بھی یہ مخلصانہ سلسلہ حسب معمول بھرپور دلچسپی کے ساتھ جاری ہے۔

پروفیسر ربانی نے دارالعلوم حقانیہ کو بخاری کی عظیم دینی درسگاہ "مدرسہ میر عرب" سے تشبیہہ دیتے ہوتے کہا کہ جس طرح روسی انقلاب میں بخاری کے مدرسہ میر عرب اور اس کے فضلاء نے عظیم تاریخی اور انقلابی کردار ادا کیا تھا۔ اسی طرح دارالعلوم حقانیہ نے وہی کردار ادا کیا اور مدرسہ میر عرب کے فضلاء۔ اور مجاہدین کی طرح ہماری سرپرستی کی ۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح محاذ جنگ کے عملی میدانوں میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء آگ اور خون سے کھیل کر جانبازی و جاں سپاری اور قربانی و ایثار کے نمونے پیش کرتے رہے اسی طرح سیاسی فکری ملکی اور بین الاقوامی محاذ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے فرزند جلیل مولانا سمیع الحق نے بھی مجاہدین کی نہ صرف یہ کہ زبردست پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کی بلکہ نازک ترین مرحلوں اور شدید بحرانوں میں عملی گرہ کشائی میں بھی ان کو ہمیشہ اولیت اور سبقت کا شرف حاصل رہا ہے۔

انہوں نے کہا جہاد افغانستان کا مقصد صرف اور صرف وطن کی آزادی ہرگز نہیں صرف افغانستان کی آزادی ہمارا ہدف نہیں بلکہ اسلامی نظام حکومت کا قیام اور شریعت کا نفاذ ہے اس مقصد کے حصول میں ہم کسی بھی قوت کی مداخلت، امریکی عزائم اور کسی بھی حکومت کی ایسی پالیسی کو قبول نہیں کریں گے جو مجاہدین کے مقدس مشن کی ناکامی اور ۱۵ لاکھ شہداء کے خون سے استہزاء پر منتج ہوتی ہو دوسری نشست کی آخری تقریر افغان عبوری حکومت کے صدر اور نجات ملی اسلامی کے امیر پروفیسر صبغت اللہ مجددی کی تھی انہوں نے اپنے فصیح و بلیغ اور جامع خطبہ جمعہ (جو عربی زبان میں تھا) میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا انہوں نے اب کے نازک ترین اور حساس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کی اس عظیم ترمشن کو بھی افغان مجاہدین کی ایک اہم تر اخلاقی معاونت قرار دیا انہوں نے افغان قیادت سمیت عالم اسلام کی تمام دینی قوتوں سے اتحاد کی پرزور اپیل کی۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ افغان جہاد کے حالیہ فیصلہ کن مرحلے میں کسی بھی بیرونی مداخلت اور یہودی و امریکی پالیسی کو نہیں چلنے دیا جائے گا۔

حضرت مجددی کا خطبہ جمعہ ختم ہوا تو ان ہی کی اقتداء میں افغان مجاہدین کے تمام قائدین، محاذ جنگ کے موجود تمام جرنیلوں، افغان جماعتوں کے تمام نمائندوں، جمعیۃ علماء اسلام کے تمام زعماء، علماء، فضلاء، مشائخ اور عامۃ المسلمین نے نماز جمعہ ادا کی۔ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

نماز جمعہ سے فراغت کے بعد تیسری نشست شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اجلاس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی تو صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ میر افضل خان اور صوبائی وزراء جناب سلیم سیف اللہ، حبیب اللہ خان کنڈی اور جان محمد خٹک بھی تشریف لے آئے اجلاس کی اس آخری نشست میں لے این پی کے سربراہ محمد اجمل خان خٹک بھی شریک رہے کہ اکوڑہ نہ صرف ان کا آبائی گاؤں ہے بلکہ اہل محلہ میں سے ہیں علاقائی تعلقات اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ سے قدیم تعلق و مراسم کے پیش نظر گاؤں کے ایسے معززین کو بھی بلایا گیا تھا جن میں خٹک صاحب بھی تھے انہوں نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے تفسیر قرآن، حجۃ اللہ البالغہ سمیت بہت سی اہم دینی کتابوں میں تلمذ حاصل کیا تھا ابتدائے کار میں بانئ دارالعلوم کے کاموں میں معاون بھی رہے اور ڈاک وغیرہ نمٹاتے رہتے تھے بدقسمتی سے بعد میں ان کی سیاسی وابستگیوں نے انہیں اپنے استاد سے بہت دور کر دیا اور جہاد افغانستان کے سلسلہ میں ان کی مذموم پالیسی نے تو یہ فاصلے مزید بڑھا دیئے۔ جہاد افغانستان کے سلسلہ میں ان کی پارٹی لے این پی اور خٹک کا کردار بہرحال تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے اور وہ مٹانے کی ہر ممکن کوشش کے باوصف نہیں مٹایا جا سکتا۔

عقل و احساس، شعور اور زندگی کے حقائق بہرحال چھپائے بھی نہیں چھپ سکتے اسی اجلاس میں جب اجمل خٹک نے پروفیسر صبغت اللہ مجددی سے معانقہ کیا تو اس وقت اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ افغانستان کے مسئلہ میں ان کا موقف غلط تھا انہوں نے مجددی صاحب پر واضح کیا اور صراحۃً کہا کہ "افغانستان" کے بارے میں اب میری رائے بدل گئی ہے تم لوگوں نے واقعۃً صحابہ کرام والا کردار ادا کیا ہے اور اب مجھے اس بات کا شرح صدر ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں ہمارا موقف غلط تھا۔ اس موقعہ پر پروفیسر مجددی سے انہوں نے سلسلۂ گفتگو میں یہ بھی کہا کہ "مجھے وہ دن یاد آتے ہیں جب کابل میں قلعہ جواد کی مسجد میں ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے خدا کرے کہ ہم پھر قلعہ جواد کی مسجد اور خانقاہ میں آپ کی امامت میں نماز ادا کریں پروفیسر مجددی نے کہا کہ بہت جلد انشاء اللہ افغانستان میں امن قائم ہو جائیگا۔

تقریب کے دوران حزب اسلامی کے سربراہ مولانا محمد یونس خالص مسجد میں جب داخل ہوتے تو کچھ دیر دروازے کے پاس کھڑے رہے بعد میں میزبان سینیٹر مولانا سمیع الحق نے پاس بیٹھ کر ان سے پوچھا "کہ اجمل خٹک کو اس تقریب میں کیوں بلایا ہے" مولانا سمیع الحق نے کہا ہمارے گاؤں کے ہیں علاقائی تعلق ہے گویا پڑوسی ہیں اس پر مولوی یونس خالص نے کہا

آج ان کے سینے پر تو انگارے جل رہے ہوں گے ۔

تیسری اور آخری نشست کی پہلی تقریر دار العلوم کے پرنسپل اور جمعیۃ علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق کی تھی انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں افغان زعماء، قومی رہنما اور تمام حاضرین و متعلقین کی والہیت اور خلوص اور جذبہ شوق سے بھرپور حاضرین کا شکریہ ادا کیا انہوں نے جہاد افغانستان کے سلسلہ میں دار العلوم حقانیہ کے مرکزی کردار، افغان قائدین کے دار العلوم سے ارتباط و تعلق خاطر اور کارناموں اور دار العلوم کے فضلاء۔ بالخصوص محاذ جنگ کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی اور اسی مادر علمی کے عظیم سپوت مولانا یونس خالص اور دار العلوم کے روحانی ابناء افغان جہاد کے شہداء مولانا فتح اللہ حقانی مولانا احمد گل شہید وغیرہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا انہوں نے کہا کہ دنیا کی تمام باطل طاقتیں اس پر متحد ہوگئی ہیں کہ اسلام کو بہر حال نپنپنے نہیں دینا، وہ نہ جمہوریت کے دلدادہ ہیں اور نہ کسی دوسرے نظام کی، وہ اسلام ہی کو اپنے وجود کا سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں، الجزائر، آزاد کشمیر، فلسطین، وسطی ایشیاء کی نو آزاد مسلم ریاستیں اور افغانستان غرض جہاں کہیں بھی اسلام کے ابھرنے کے آثار ظاہر ہوتے ہیں باطل کی تمام طاقتیں اسے روندنے اور کچلنے کے لیے متحد ہو جاتی ہیں مولانا سمیع الحق نے دار العلوم کے فضلاء اور افغان مجاہدین کی طرف روئے سخن موڑتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ کو جدید عالمی تبدیلیوں کے بعد بڑے ہولناک چیلنج کا مقابلہ ہے مولانا سمیع الحق نے کہا امریکہ، روس چین، جاپان، برطانیہ اور دنیائے کفر کے تمام علمبردار، عالم اسلام کی بیداری کی نئی لہر سے خائف اور لرزاں و ترساں ہیں مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر روئے سخن اجمل خان خٹک کی طرف پھیرتے ہوئے کہا کہ دنیا جانتی ہے کہ روس جیسی ناقابل شکست سپر پاور کے ساتھ دار العلوم حقانیہ میں پڑھنے والے اور عوام کے چندوں اور لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے طلبہ اور فضلاء اور یہاں کے فارغ التحصیل علماء۔ اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھ کر ٹکرا گئے اللہ نے ان کی جرأت و بہادری کی لاج رکھی کوئی چاہے یا نہ چاہے اللہ نے بہر حال یہی چاہا کہ ان کے ہاتھوں سے روس کو تاراج کر دیا اور وہ روس کے لیے ایٹم بم ثابت ہوتے انہوں نے روس کے ساتھ وہ کام کیا جو امریکہ اپنی ہزار چاہتوں کے باوصف نہ کر سکا۔

مولانا سمیع الحق نے فضلاء سے اور تمام افغان مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے اب روس کی جگہ لینے والے امریکی سامراج سے ٹکر لینی ہے اس دور کا نیا سامراج امریکہ ہے جو سوویٹ یونین اور گورباچوف کی جگہ لے رہا ہے اور انشاء اللہ جہاد اسلامی کی برکت سے اس کا وجود بھی اسی طرح ریزہ ریزہ ہو جائے گا جس طرح روس کا نقشہ تبدیل ہو گیا ہے انہوں نے کہا جہاد افغانستان کے ثمرات ایک عظیم عالمی اور اسلامی انقلاب پر منتج ہو رہے ہیں انہوں نے حکومت پاکستان کی افغان جہاد کے بارے میں تبدیل ہونے والی پالیسی پر شدید نقطہ چینی کی اور اسے اسلام، شہدائے جہاد اور ملت کے ساتھ غداری قرار دیا انہوں نے کہا اگر خدانخواستہ ہمارے پڑوس میں ہمیں مضبوط اور مستحکم اسلامی افغانستان نہ مل سکا تو پاکستان کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی ۔

اجلاس کی آخری نشست سے فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی نے بھی خطاب کرنا تھا مولانا سمیع الحق نے تقریر ختم کی تو انہیں دعوت دی اور پھر سٹیج سے بار بار انہیں بلایا جاتا رہا۔ جبکہ وہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے شیخ و مربی دارالعلوم کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے مزار پر تشریف لے جا چکے تھے ادھر انہیں بلایا جارہا تھا اُدھر وہ حضرت کے مزار کے سرہانے بیٹھے ان پر گریہ وزاری کی کیفیت طاری تھی ہچکیاں لگی ہوئی تھیں اور اپنے شیخ کے قدموں میں رو رو کر تڑپ رہے تھے ان کی گھنی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی اور اس طرح تین سال سے وہ شیخ رح سے جدا رہے اس طویل عرصہ کے تمام مراحل سنا سنا کر خود کو ہلکان کر رہے تھے مولانا جلال الدین حقانی کے معاون کمانڈروں نے بعد میں بتایا کہ ہم نے حقانی صاحب کو جہاد کے میدان کارزار میں انتہائی دہشت انگیز اور رقت انگیز مناظر میں دیکھا زخمیوں کی آہ و بکا اور خاک و خون میں آلودگی کے ہیجان انگیز کیفیات میں دیکھا مگر مولانا حقانی ہر جگہ صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوتے اور ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے جب اپنے شیخ کے مزار پر حاضر ہوئے تو صبر کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور ان پر ایسی رقت اور گریہ وزاری طاری ہوئی جو ۱۴ سالہ جہاد میں کسی بھی موقع پر دیکھنے میں نہیں آئی۔

مولانا سمیع الحق کی تقریر کے بعد وفاقی وزیر اعجاز الحق نے کہا کہ میں دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مہتمم مولانا سمیع الحق کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنے والد کی وفات کے بعد تین سال میں پہلی مرتبہ افغان قائدین کے ساتھ مل بیٹھنے تبادلہ خیال کرنے اور ایک دوسرے کو قریب سے سمجھنے کا موقع فراہم کیا انہوں نے اعلان کیا کہ جس حکومت نے بھی جہاد افغانستان سے غداری اور شہداء کے لہو سے استہزاء کا اقدام کیا خدا نے اسے نیست و نابود کر دیا لہٰذا آئندہ بھی اگر کوئی حکومت افغانیوں کے کاز میں رخنہ انداز ہوگی تو اسے بھی کبھی تحفظ اور استحکام حاصل نہ ہوگا انہوں نے کہا سرخ سویرے اور روس زندہ باد کی ریہرسل کرنے والے آج جس افغان پالیسی کے حق میں بات کر رہے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پالیسی کس کے حق میں ہے انہوں نے دو ٹوک کہا کہ افغان مسئلہ کا جو حل مجاہدین اور اسلامی حکومت کے قیام کے حق میں ہوگا وہی ہمارے لیے قابل قبول ہوگا اور میں اور میرے بچے اس کے لیے کٹ مریں گے۔

وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد جناب میر افضل خان نے آج کے عظیم اجتماع کو تاریخی اور مستقبل کے حالات پر اثر انداز ہونے والا انقلابی موڑ قرار دیا ہے، انہوں نے دارالعلوم حقانیہ اس کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا انہوں نے کہا کہ دنیا کے تمام لادین نظام فیل ہو چکے ہیں اور آج دنیا کو اسلامی نظام اپنانے کی بے حد ضرورت ہے جس کی ترویج اور ترقی کے لیے دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے نوجوانوں کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہوگا۔

انہوں نے کہا افغان مجاہدین ہی نے افغانستان میں کمیونزم کو شکست دی جس کے نتیجے میں خود کو سپر طاقت کہنے والا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ اجلاس کی آخری نشست میں صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی جو شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق کے بڑے پوتے اور مولانا سمیع الحق کے بڑے صاحبزادے ہیں سمیت دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل ہونے والے ۲۵۶ فضلاء اور حفظ القرآن مکمل کرلینے والے ۴۰ طلبہ کی دارالعلوم کے اکابر اساتذہ و مشائخ اور افغان قائدین نے دستار بندی کی اور ان میں سندات تقسیم کیں اسی موقع پر حافظ سلمان الحق جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پوتے اور مولانا حافظ انوار الحق کے برخوردار ہیں کی بھی حفظ القرآن مکمل کرنے پر دستار بندی کی گئی۔

دارالعلوم حقانیہ میں ۱۴ فروری کو منعقد ہونے والے اس عظیم اجتماع میں افغان قیادت کے تمام رہنما، سعودی سفیر حکومت پاکستان کے مرکزی وصوبائی وزیر، مختلف سیاسی جماعتوں کے زعماء، جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین اور سینکڑوں علماء ومشائخ بڑے جوش اور ولولے سے اس بات پر متفق رہے کہ روس کے زوال کے بعد افغانستان میں امریکی مداخلت کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا یہ ایک متفقہ عالمی استصواب رائے ہے کہ دنیا بھر کے اہل حق علماء، افغان رہنما اور ملک وملت کے زعماء نئے عالمی نظام، اس کے علمبرداروں، ہمنواؤں اور گماشتوں کے بارے میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے خدا کرے کہ پاکستان کی حکومت کے ارباب بست وکشاد اپنے مفادات اور ذاتی اغراض سے ہٹ کر خالص انسانی اخلاقی اور دینی نقطۂ نظر سے سوچ کر وہی فیصلہ کرسکیں جو قرآن وسنت، تعلیمات نبوی اور اسلامی ہدایات کے عین مطابق ہو۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

مسئلہ کشمیر

عالم اسلام بالخصوص پاکستان کی ذمہ داریاں

کشمیر کی سرزمین جنت نظیر بے گناہ مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بنی ہوئی ہے برہمن سامراج کی جمہوری قبا میں چھپا ہوا دیو استبداد گذشتہ ڈیڑھ برس سے وحشت و بربریت کا ننگا ناچ، ناچ رہا ہے لیکن تاہنوز اس کے انتقام کی پیاس کسی طرح بجھنے میں نہیں آتی۔ اس کی غارت گری کا نشانہ کشمیر کی بستیوں اور دور دراز دیہاتوں اور پہاڑوں میں رہنے والے بے بس مسلمان، معصوم انسان اور بے آسرا مرد و زن ہیں جن کا قصور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ہندو اکثریت کے مذہب کے بجائے ایک دوسرے عقیدے سے وابستہ ہیں جو ہندو کی غلامی اور اطاعت سے بہرصورت آزادی چاہتے ہیں۔

حال ہی میں بھارتی افواج کے تازہ ترین نشانہ میں کشمیر کی متعدد بستیوں کو نسل کشی کے مذموم اور مکروہ منصوبے کے تحت برپا کئے جانے والے ان ظالمانہ اور بہیمانہ اقدامات میں صاف کر دیا گیا ہے عورتوں اور بچوں کو نہایت سفاکی کے ساتھ بڑی تعداد میں قتل کر دیا گیا ہے جن کے اعداد و شمار ہزاروں سے متجاوز ہو چکے ہیں۔ آگ اور خون کی یہ ہولی کھیلنے کا مشغلہ صرف کشمیر کے مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ اس سے قبل اور اس دوران فرقہ پرست ہندوؤں کے تربیت یافتہ نوجوانوں کو باقاعدہ حکومتی فورس میں شامل کر کے سرکاری سرپرستی میں پورے بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی کی سکیم پر عمل درآمد کر کے متعصب برہمن سامراج اپنے فرض منصبی کی تکمیل کر رہا ہے۔

چوالیس برس کی یہ بھارتی لہورنگ داستان اور گذشتہ ڈیڑھ برس سے کشمیر میں بہیمیت اور درندگی کا وحشیانہ کھیل جس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان جان، مال اور عزت و آبرو سے محروم ہو چکے ہیں جمہوریت اور سیکولرزم کے ڈھنڈورچی بھارتی حکمرانوں کے ڈھول کا پول کھول دینے اور اس حقیقت کو واضح کر دینے کے لیے بالکل کافی ہے کہ بھارت میں دور حاضر کی بدترین تنگ نظر نسل پرست اور وحشی مزاج حکومت قائم ہے، امن پسندی، صلح جوئی، غیر جانبداری، اخلاقی اقدار کا تحفظ اور مذہبی رواداری اور کشمیر میں قیام امن کے وہ تمام دعوے جو اس کی جانب سے عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لیے کئے جاتے ہیں کھلا ہوا دھوکہ اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے

مترادف ہیں بھارتی حکومت دراصل صرف برہمن سامراج کے اقتدار کی علامت اور ان ہی کے مفادات کے حصول کا ذریعہ ہے ـــــ خود بھارت کے اندر، عوام کی بھاری اکثریت ہریجنوں کے مظلوم اور کچلے ہوئے طبقے پر مشتمل ہے جسے برہمنوں کے بناتے ہوئے طبقاتی نظام میں کبھی بھی انسانوں کی طرح تو کیا جانوروں کی طرح جینے کے حقوق بھی حاصل نہیں رہے تہذیب اور ترقی کے تمام دعووں کے باوجود آج بھی حقیقی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے ہندو سماج میں برہمن کو ہزاروں برس سے نسلی برتری اور بلا شرکت غیرے اقتدار کا جو لائسنس حاصل رہا ہے موجودہ جمہوری دور میں بھی وہ اسے ہر ہتھکنڈے اور حربے سے برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے شیطانی ذہن نے اس مقصد کے لیے ایک نہایت سفاکانہ اور مکروہ چال یہ ایجاد کی ہے کہ ملک میں فرقہ وارانہ منافرتوں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جاتے اور ملک بھر میں نسل اور عقیدے کے اختلافات کی بنیاد پہ فسادات اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ امن و امان کے قیام کے بجائے چالیس سال سے تمام بھارتی حکمرانوں کی دلچسپی مسلم کش فسادات کی آگ بھڑکاتے رکھنے سے رہی ہے۔

کشمیر میں حالیہ بھارتی مظالم، انسانیت سوز، اخلاق سوز اور حد درجہ بھونڈے اور کمینی حرکات اور نہتے مسلمانوں کو روندنے اور تاراج کرنے کی جو مذموم مساعی جاری ہیں یہ بھی تو برہمن سامراج ہی کی شیطانی فکر کا شاخسانہ ہیں گذشتہ ایک دو ہفتوں سے بھارتی حکمرانوں نے نہایت ہی گھٹیا لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے اہل کشمیر اور پاکستان کو جو سبق سکھانے اور نانی کا دودھ یاد دلانے کی جو دھمکیاں دے رہے ہیں کیا اخلاقی اقدار اور انسانی فطرت کے پیمانوں کا یہی تقاضا ہے ؟

اس پس منظر میں بھارتی حکمرانوں سے اصلاح احوال کے لیے کسی دردمندانہ سنجیدہ رویے اور نتیجہ خیز اقدام کی توقع رکھنا یقیناً سادہ لوحی کی انتہا ہوگی اور ان کھلے حقائق کے باوجود ان ہی لوگوں سے جو سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت یہ سب کچھ کرا رہے ہیں امن و امان قائم کرنے، کشمیری مسلمانوں کو جانی و مالی تحفظ فراہم کرنے اور حالات کو بہتر بنانے کی اپیلیں اور مطالبے کرنا بے غیرتی اور بے حمیتی ہی قرار پائے گا۔

تاہم سوال یہ ہے کہ پھر بھارت کے مسلمانوں سمیت کشمیر کے ستم رسیدہ اور مظلوم مسلمانوں کو اس درندگی اور بہیمیت سے چھٹکارا اور عزت و آبرو کے ساتھ رہنے کا حق دلانے کے لیے کیا کیا جانا چاہیئے اور اس سلسلے میں پاکستان دنیائے اسلام، عالمی رائے عامہ اور بین الاقوامی اداروں کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہیں وہ کس طرح موثر طور پہ ادا کر سکتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں سب سے بڑی ذمہ داری پاکستان کی حکومت اور عوام کی ہے کیونکہ کشمیر کے یہ مسلمان چالیس برس سے اولاً قیام پاکستان کی تحریک کا ساتھ دینے اور پھر جذبۂ الحاق پاکستان ہی کی پاداش میں

آج تک مسلسل آزمائشوں سے دوچار ہیں انہوں نے تمام تر مصیبتوں ، صعوبتوں ، مظالم اور حد درجہ سفاکیت کا نشانہ بننے کے باوجود محض اس لیے تحریک آزادی کشمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور لے رہے ہیں کہ انہیں امید ہے کہ یہ سرزمین عصر حاضر میں اسلام کی تجربہ گاہ بنے گی ، قرآن کا نظام عدل و رحمت یہاں نافذ ہوگا رسول اکرمؐ کی شریعت اس خطے پر حکمرانی کرے گی ـــــ مگر ہماری نا اہلی اور بدنصیبی ہے کہ چوالیس برس میں تمام مواقع حاصل ہونے کے باوجود ہم عملاً یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں کرسکے۔ تاہم ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ آج ہمیں آزادی اور خودمختاری کی جو نعمت حاصل ہے اور خوشحالی اور فارغ البالی میسر ہے وہ سب بھارت میں رہ جانے والے اور اب کشمیر میں مارے جانے والے ستم رسیدہ مسلمانوں کی قربانیوں کا صدقہ ہے آسائشوں اور تعیشات پر مبنی بلند معیار زندگی کے جو محل ہم نے تعمیر کر رکھے ہیں ان کی بنیادوں میں ان ہی مسلمانوں کے اجداد کا خون اور ہڈیاں شامل ہیں اور ہماری خوشحالی کی قیمت آج تک ان مظلوموں سے نوک خنجر وصول کی جارہی ہیں۔

اس لیے یہ بات ہمارے ذہن میں رہنی چاہیئے کہ بھارتی اور کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ہمارا ایک خصوصی رشتہ ہے بلاشبہ دنیا میں کہیں بھی بے گناہ انسانوں پر ظلم ہو تو اسے ہمارے لیے باعث تشویش اور سبب رنج والم ہونا چاہیئے لیکن کشمیری مسلمانوں کے معاملے میں ہماری ذمہ داریوں کی نوعیت خصوصی ہی ہے ان پر ہونے والے مظالم کی روک تھام تمام دنیا کے انسانوں اور مسلمانوں سے پہلے ہماری ذمہ داری ہے اس خصوصی پس منظر میں کشمیر کی تحریک آزادی اور وہاں کے مسلمانوں پر ہونے والے بھارتی مظالم کے حوالے سے حکومت پاکستان کی پالیسی ہماری رائے میں نہایت بے جان ، بودی اور پھسپھسی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت پاکستان کو اس سلسلے میں اپنے فرائض موثر اور بھرپور طور پر دُور کرلے کے لیے مسئلہ کشمیر کو بڑی شد و مد کے ساتھ عالم اسلام اور عالمی اداروں کے پلیٹ فارم پر اٹھانا چاہیئے۔ خدا کے فضل سے اس وقت دنیا میں تقریباً پچپن ۵۵ سے زائد خود مختار مسلم مملکتیں موجود ہیں جن کے پاس بے پناہ افرادی اور مادی وسائل ہیں۔

اگر مسلم دنیا متحد ہو کر یہ فیصلہ کرلے کہ جب تک کشمیر میں مسلم کشی اور وحشت و بربریت کا سلسلۂ ستم ختم نہیں ہوجاتا اور کشمیریوں کی تحریک حق خود ارادیت کو تحفظ نہیں دیا جاتا اس وقت تک بھارت کے ساتھ تمام تجارتی و اقتصادی روابط منقطع رکھے جائیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ بلا کسی تاخیر کے مظلوم اور نہتے مسلمانوں پر بھارتی فوج کے وحشیانہ مظالم اور مسلمانوں کی نسل کشی کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوجائے۔

پاکستان کو عالم اسلام میں ایک باوقار اور موثر مقام حاصل ہے وہ اگر مضبوط خارجی پالیسی اور یمین و یسار کی پرواہ کئے بغیر ٹھوس بنیادوں پر مہم شروع کردے تو انشاءاللہ پہلے ہی دن سے کئی دوسرے مسلم ملکوں کو اپنا ہمنوا پائے گا۔

عالم اسلام کو اس مسئلہ پر کسی موثر مشترکہ موقف کے لیے تیار کر لیا جائے تو پھر امریکہ سمیت بھارت کی سرپرست مسلم دشمن طاقتوں کی حمایت و معاونت بھی اس کے لیے کارگر نہ رہے گی اور غیر مسلم دنیا اور عالمی رائے عامہ بھی اس مسئلہ سے صرفِ نظر نہ کر سکے گی یہ کام بہر حال پاکستان ہی کی حکومت کو آگے بڑھ کر کرنا ہوگا کیونکہ یہ سب سے پہلے ہماری ہی ذمہ داری ہے۔

اگر شروع سے یہ ذمہ داری ادا کی جا رہی ہوتی تو یقیناً آج اہل کشمیر کو اپنا حق خود ارادیت حاصل ہوتا، کشمیر آزاد ہوتا اور بھارت کی مسلم اقلیت سمیت کشمیری مسلمان اس کسمپرسی کے عالم میں نہ ہوتے اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ ان کا لہو ارزاں نہ ہوتا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ انسانوں کا خون ویٹ نام، فلپائن، لبنان، جنوبی افریقہ اور دنیا کے کسی بھی خطے میں بہے تو عالمی رائے عامہ چیخ اٹھتی ہے لیکن بھارت میں مسلم اقلیت اور کشمیر میں مسلم اکثریت کے سینکڑوں افراد بے دردی سے تہہ تیغ کیے جاتے ہیں مگر دنیا میں کہیں احتجاج کی کوئی آواز نہیں اٹھتی؛

ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ پاکستان کی سیاسی قیادتوں کی وہ بے حسی اور سنگدلی ہے جو ہم نے بھارت اور کشمیر کے ان مسلمانوں کے بارے میں اختیار کر رکھی ہے جن کی قربانیوں کے نتیجے میں آج ہمیں دنیا کی ہر نعمت میسر ہے ہمیں ان مظلوم مسلمان کا یہ قرض بہر حال چکانا ہے انہیں جان و مال، آبرو و خود داری، عزت نفس کے تحفظ اور حق خود ارادیت کے آزاد استعمال کی ضمانت فراہم کرنی ہوگی ورنہ خدا ہمیں معاف کرے گا نہ تاریخ۔

مسئلہ کشمیر اور پاکستان کی خصوصی ذمہ داری کے حوالے سے ان گذارشات کے بعد ہم مسلم دنیا کے قائدین اور عوام کی خدمت میں بھی چند باتیں عرض کرنا چاہیں گے۔

ہم نہایت دکھ کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مسلم ممالک کے حکمران بھارت کی مسلم اقلیت اور کشمیر میں مسلم اکثریت کے قتل عام اور مظلومیت پر اب تک مجرمانہ بے حسی اور مسلسل تغافل کے مرتکب چلے آرہے ہیں بھارت کے مسلم کش فسادات پر تو ان حضرات کو عموماً رسمی نوعیت کا مذمتی و احتجاجی بیان دینے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی اور اب کشمیر میں جس طرح بھارتی فوجی انسانی تاریخ کا بدترین قتل عام کر رہے ہیں اس پر بھی مسلم قیادت کے مذمتی بیانات محض ایک رسم، رکھ رکھاؤ اور معمول کا زبانی جمع خرچ ہے بات صرف زبان کی ہے جو حلق سے نیچے نہیں اترتی جس کا عزم، ارادے اور عملی اقدام سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ بھارت و کشمیر کے مسلمان دنیا بھر کے مسلمانوں کے مسائل کے سلسلہ میں ہمیشہ نہایت پرجوش رہے ہیں اور آج بھی ان کی یہ روش برقرار ہے۔ قریب کی تاریخ میں تحریک خلافت اور اس کے بعد مسئلہ فلسطین اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کے سلسلے میں ان کے جذبات و احساسات اور عملی سرگرمیاں اس کا واضح ثبوت ہے لیکن نہایت المناک ہے یہ حقیقت! کہ مسلسل ان کی نسل کشی اور قتل عام کرنے والی بھارتی حکومت سے مسلم ملکوں کے نہایت قریبی اور دوستانہ روابط استوار ہیں۔

اور ان کی جانب سے مسلمانوں پر بھارتی فوجیوں کی درندگی وسبعیت اور وحشیانہ مظالم اور قتل عام پر شکل کبھی اظہا
ناگواری ہوتا ہے۔ (رسمی بیانات اور محض روایتی لیپا پوتی اس سے بہرحال مستثنیٰ ہے وہ تو بھارت بھی سمجھ
ہے کہ یہ ان کی اخلاقی مجبوری ہے)۔

ہم مسلم حکمرانوں سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی اس روش کو بلاتاخیر تبدیل کریں اور مظلوم کشمیریوں کے
سلسلے میں اپنے ان فرائض کی ادائیگی کا فوری اہتمام کریں جو دینی تاریخی اور انسانی رشتوں سے ان پر اس سلسلے میں
عائد ہوتے ہیں۔ انہیں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ فلسطین میں گذشتہ چوالیس سال میں یہودیوں کے
ہاتھوں مجموعی طور پر جتنے مسلمان شہید کئے گئے ہیں اتنی مدت کے دوران بھارت میں اس سے کہیں زیادہ مسلمان
شہید کئے جاچکے ہیں کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام اور حالیہ بربریت کے نتیجے میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعدا
اس پر دوہری ہے۔

اور یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ جب تک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں کر لیا جاتا تو پاک بھارت کی ترقی معطل
رہے گی دونوں ملک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنگ کے خطرے سے دوچار رہ کر حالتِ جنگ میں رہنے پر مجبور رہوں
گے دونوں کے وسائل اقتصادی ترقی پر لگنے کے بجائے اپنے اپنے دفاع اور جنگی تیاریوں کے لیے مختص رہیں گے
عوام بدستور غربت وافلاس کی چکی میں پستے رہیں گے گرد وپیش کی ترقی اور عالمی انقلابات کی جو رفتار ہے اس
کا تقاضا ہے کہ بھارت کشمیر کے مسئلے کو جلد از جلد حل کرنے پر کمربستہ ہوجائے پاکستان خارجہ پالیسی اور کشمیریوں کے
حق خودارادیت کے تحفظ کے لیے مخلصانہ اور بھرپور مساعی شروع کر دے۔ بھارت کو بہرحال اپنے رویے میں
مناسب تبدیلیاں کرنی ہوں گی آخر بھارت کی ہٹ دھرمی سے اب تک بھارت کو کیا ملا ہے بھارت ۴۴
سال میں بھی کشمیریوں کے دل نہیں جیت سکا اور آج بھی کشمیری بھارت کے چنگل سے نکلنے کیلئے آمادۂ جہاد ہیں

ادھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت

مولانا محمد طاسین کی تحریر کے جواب میں

استفتاء! بخدمت گرامی استاد محترم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ الحق اکوڑہ خٹک بابت رجب ۱۴۱۲ھ دسمبر ۱۹۹۱ء میں حضرت مولانا طاسین صاحب مدظلہ کا ایک مضمون آیا ہے جس میں انہوں نے بیع نقد اور نسیہ میں قیمت کے فرق کو ناجائز قرار دیا ہے اور حرام تک سے تعبیر کیا ہے حالانکہ ہمارے اکابرین اسے جائز قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ امدادیہ میں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امداد المفتین میں، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے احسن الفتاویٰ میں اور مفتی کل ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا فتویٰ کفایت المفتی میں ہے۔
ان سب حضرات نے اس کو جائز قرار دیا ہے ___ آپ صحیح صورت حال سے مطلع فرماویں کہ ان دو باتوں میں تعارض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کو صحیح سمجھا جائے اور پوچھنے والوں کو کیا بتلایا جائے ___ اگر اجازت ہو تو آپ کا جواب تطبیق یا ترجیح کا الحق کو بھیج دوں ___ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ الحق بھی مولانا طاسین صاحب کی رائے کی تائید میں ہے کیونکہ اس نے بلا کسی نکیر کے اس کو شائع کیا ہے [1]

حافظ عبدالقیوم حقانی خطیب جامع مسجد لوہاراں۔ کلاچی ۲۸ رجب ۱۴۱۲ھ

الجواب! دونوں فتووں میں تعارض ظاہر ہے ___ اکابر علماء مذکورین فی السوال کے فتویٰ کو غلط سمجھنے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے حضرت مولانا طاسین صاحب کا مضمون الحق میں ادھورا ہے میثاق میں غالباً مکمل ہے اور مجھے کسی صاحب نے آپ کے مضمون کا عکس فوٹو سٹیٹ بھی بھیجا ہے مولانا نے اپنے مضمون میں دو باتیں فرمائی ہیں۔ میں مختصراً ان پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں پہلی بات یہ کہ جواز کا فتویٰ دینے والوں کے پاس دلیل ہدایہ اور مبسوط کی یہ عبارت ہے **الا تری انہ یزاد الثمن لاجل الاجل** ۔آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ

[1] الحق نے گذشتہ پرچہ میں زیر بحث مضمون کے آغاز میں ادارتی کالم میں اس کی توضیح کر دی ہے۔ (ادارہ)

یہ معاملہ جائز بھی ہے انہوں نے مرابحہ کی بحث میں صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کر دیا ہے اس کو جائز کہنے کی بات نہیں کی ــــ دوسری بات یہ کہ جائز کہنے والوں کے پاس قرآن وسنت کی کوئی دلیل تو نہیں کسی مجتہد کا قول بھی نہیں ــــ

اس ناکارہ کے ناتمام مطالعہ کے مطابق حضرت مولانا کی یہ دونوں باتیں محل نظر ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ علامہ سرخسیؒ نے صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے خود اسے جائز نہیں فرمایا اس کے لیے ناظرین کو مبسوط سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے جلد ۱۳ صفحہ ۸ کو ملاحظہ فرمالینا چاہیئے عبارت یہ ہے۔

واذا عقد العقد علی انہ الی اجل کذا بکذا وبالنقد بکذا اوقال الی شہرٍ بکذا والی شہرین بکذا وھو فاسد لانہ لم یعاملہ علی ثمنٍ معلومٍ ولنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شرطین فی بیعٍ وھذا ھو تفسیر الشرطین فی بیعٍ ــــ

یعنی جب عقد اس طرح کیا جاتے کہ اجل پر قیمت اتنی ہے اور نقد پر اتنی یا ایک مہینہ کا اجل ہو تو قیمت اتنی اور دو ماہ کا اجل ہو تو قیمت اتنی تو یہ عقد فاسد ہوگا اور فاسد اس لیے ہوگا کہ معاملہ میں ثمن معلوم نہ ہو سکا تردد میں چھوڑ دیا اور اس لیے بھی فاسد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے اور شرطین فی بیع کے یہی معنی ہیں۔ (یعنی ثمن یا مبیعہ میں تردد)

آپ نے دیکھا کہ اس صورت کے فساد کی وجہ علامہ سرخسیؒ نے تردد فی الثمن کو کہا ہے جو اصول بیع کے بھی خلاف ہے اور نص صریح کے بھی۔ علامہ سرخسیؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ صورت چونکہ ربوا النسیۃ میں داخل ہے اس لیے فاسد ہے ــــ اس پر بھی اگر اطمینان نہیں تو علامہ سرخسیؒ کی اس کے ساتھ متصل یہ صریح عبارت بھی پڑھ لیجئے فرماتے ہیں ــــ وھذا اذا افترقا علی ھذا فان کان یتراضیان بینھما ولم یتفرقا حتی قاطعہ علی ثمنٍ معلومٍ واتما العقد فھو جائز لانھما ما افترقا الابعد تمام شرط صحۃ العقد ــــ یعنی فساد اس صورت کا اس وقت ہے کہ جبکہ بائع اور مشتری اسی متردد انہ حالت میں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ لیکن اگر وہ دونوں راضی ہو گئے اور جدا ہونے سے پہلے پہلے ثمن معلوم کر لیا اور عقد کو اتمام تک پہنچا دیا (یعنی ایک ہی صورت اجل والی یا نقد والی متعین کر لی) تو پھر یہ عقد جائز ہے کیونکہ اب بائع اور مشتری صحت عقد کی شرط کو پورا کر کے آپس میں جدا ہو گئے ہیں ــــ تو ایسی صورت میں نہ تو بیع کے عام اصول کی خلاف ورزی ہوئی کہ نہ ثمن مجہول ہے اور نہ مبیع اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی خلاف ورزی ہوئی کیونکہ شرطین فی بیع کے معنی علامہ سرخسیؒ نے یہی بیان فرمائے کہ ثمن وغیرہ میں یہ تردد ہو یا یہ یا وہ۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا وھذا ھو الشرطین فی بیع۔ اب آپ خود ہی فرمائیں کہ مولانا کی اس تاویل میں کتنی جان ہے کہ علامہ سرخسیؒ نے لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

ادھار چیز

دوسری بات کہ مجوزین کے پاس کسی مجتہد کا قول بھی نہیں ہے (اس سے اتنا تو بہر حال معلوم ہوا کہ حضرت مولانا
کے نزدیک غیر مجتہد کے لیے جیسے کہ ہم سب ہیں مجتہد کا قول بھی دلیل شرعی ہے) تو اس کے لیے کتاب الاصل المعروف
بالمبسوط کا صفحہ ۹۱ ج ۵ ملاحظہ فرمائیں یہ واضح رہے کہ کتاب کی لوح پر یہ عبارت درج ہے اور جس میں غالباً
کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

کتاب الاصل المعروف بالمبسوط

للامام الحافظ المجتہد الربّانی ابی عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالےٰ، آپ فرماتے ہیں - واذا باع
الرجل بیعًا فقال هو بالنسیه بکذا وبالنقد بکذا کذا او قال الی اجل کذا بکذا
وکذا فافترقا علی هذا فانه لا یجوز بلغنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه
نهی عن شرطین فی بیع قال محمد حدثنا بذالک ابوحنیفہؒ رفعه الی النبی صلی الله علیه
وسلم — یعنی جب اس طرح کوئی بیع کرے کہ قرض پر اتنی قیمت ہے اور نقد پر اتنی یا ایک ماہ کی مدت پر اس کی
کی قیمت یہ ہے اور دو ماہ کی مہلت پر قیمت وہ ہے اور پھر تردّد کی حالت میں بائع اور مشتری ایک دوسرے سے جدا
ہوجاویں تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ثمن
وغیرہ کا تردّد جیسا کہ شرح سرخسیؒ سے پہلے گذر چکا ہے —— کتاب الاصل کی یہ عبارت اس لیے نقل کی گئی تاکہ ناظرین
کو یہ معلوم ہو کہ زیر بحث صورت کو جائز کہنے والوں کے پاس کسی مجتہد کا قول ہے یا نہیں، باقی رہے وہ بہت سے دلائل
اور کثیر عبارتیں جو آپ نے اپنے مضمون میں تحریر فرمائی ہیں تو ان کی تفصیل میں گئے بغیر اتنا عرض ہے کہ مولانا کے خیال
میں زیر بحث صورت ربا النسیۃ میں داخل ہے اور مجوزین کے نزدیک جن میں صاحب ہدایہ اور صاحب مبسوط سرخسیؒ
اور خود مجتہد ربانی امام محمد شیبانیؒ شامل ہیں یہ صورت ربوا النسیۃ میں داخل نہیں ورنہ اس کے عدم جواز کو صورت
تردّد تک محدود نہ رکھتے تعیین صورت یا نقد یا نسیہ پر جواز کا فتویٰ نہ دیتے اور صاف فرما دیتے کہ یہ صورت ربوا النسیۃ
ہی ہے اور اس لیے حرام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اجل ایک وصف ہے اور وصف کا نہ کوئی عوض دیا جا سکتا ہے نہ لیا جا سکتا ہے لیکن وصف
مرغوب کی وجہ سے قیمت بڑھ سکتی ہے اور نامرغوب کی وجہ سے قیمت گھٹ جاتی ہے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عام اصول بتا دیا کہ جیدها وردیها سواءٌ جیّد اور ردّی کا مقابلہ ہو بھی تو برابر برابر لینا ہوگا جودت کے
عوض زیادتی نہ دے سکتے ہو نہ ہی لے سکتے ہو بہترین کھجور کے ایک سیر کے بدلہ میں معمولی کھجور کے دو سیر دینے سے
منع فرما دیا کیونکہ اس میں سیر کے بدلے سیر آجاتا اور دوسرا سیر وصف جودت کے عوض میں لیا جاتا جو کہ ناجائز ہے۔
لیکن خود ہی حیلہ کی یہ صورت بتلا دی کہ ردّی کو کم قیمت پر بیچ ڈالو بجائے ایک سیر کے دو سیر فروخت کر دو اور

پھر بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے لے لو۔ تو بہتر کھجور کی قیمت کا اضافہ کیا اس وصف مرغوب کی وجہ سے نہیں ہے
اس عقلی اور فطری بات کا انکار آخر کون کر سکتا ہے کہ مرغوب چیز کی قیمت بمقابلہ نا مرغوب کے زیادہ ہوگی اس کے
باوجود یہ صورت جائز نہیں کہ ایک سیر بہتر کھجور کے بدلے معمولی کھجور کا ایک سیر تو سیر کے مقابلہ میں ہو اور دوسرا سیر
جودت کے مقابلہ میں ہو اور اسی طرح یہ بھی ناجائز ہے کہ بہتر کھجور والے کو معمولی کھجور کا ایک سیر اور مثلاً ایک روپیہ
ساتھ دیدیا جاتے کیونکہ اس صورت میں یہ روپیہ یا یہ دوسرا سیر وصف کے عوض ثابت ہوگا۔ اور وصف کا عوض
لینا جائز نہیں لیکن بہتر کھجور کو عام کھجوروں کے نرخ سے زیادہ قیمت پر خریدنا بالکل جائز ہے حالانکہ یہاں بھی قیمت کی
زیادتی وصف کی وجہ سے ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے ۔۔۔ یہی معاملہ ہے اجل کا بھی ۔۔۔ کہ نفس اجل کا عوض لینا ناجائز
ہے لیکن بوجہ اجل کے قیمت کا بڑھ جانا فطری اور عقلی بات ہے اور شریعت نے اس کو منع نہیں فرمایا جیسا حضور
نے وصف کے متعلق فرمایا کہ بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے خرید لیا کرو۔ اسی کو فقہاء اسلام نے فرمایا ان الاجل
لا یقابله الثمن اور وان الثمن یزاد لاجل الاجل۔ نفس اجل پر عوض لینے کی وہی صورت
ہے جو آپ کی عبارات میں بھی ہے اور جس کو ربوا النسیۃ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ عقد ہوا اس پر کہ ایک ماہ کے بعد
اس بیعہ کا ایک روپیہ دیدو اور جب مشتری نے ایک ماہ کے بعد روپیہ نہیں دیا تو کہا کہ چلو دوسری پہلی پر دیدو
لیکن چار آنہ بڑھا کر تو یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اجل ہی کو بیچا گیا۔ لیکن اجل ایک وصف مرغوب ہے کہ مشتری کو
فوری رقم نہیں دینی پڑتی آسانی سے کام چلا لیتا ہے ہاں جنس اور قدر ایک ہونے کی صورت میں اس آسانی سے
کام چلانے کا اعتبار نہیں کیونکہ اموال ربویہ ہیں اور نص کے خلاف اس لیے اس کی قیمت بڑھ گئی جیسے جید کھجو
کی قیمت بوجہ جودت کے بڑھ گئی ۔۔۔ حالانکہ صرف جودت کا عوض نہ اپنے جنس سے دی جاسکتی تھی نہ غیر جنس سے
جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔

بہر حال فقہاء کرام حتی کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیر بحث صورت ربوا النسیۃ میں داخل نہیں بلکہ
اس مسئلہ میں اب مولانا کے ہم خیال حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب مرحوم جن کا اسی مسئلہ پر مضمون جنوری
کے حکمۃ قرآن میں چھپا ہے اور انہوں نے بہت سی وہی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے جو کہ مولانا کے مضمون
میں ہیں کہ ۔

سود سے اس بیع مؤجل کا فرق دو وجہوں سے ہے کہ یہ دین پر اضافہ نہیں بلکہ شروع ہی سے ثمن مہنگا بتلا
دیتا ہے نیز مدت بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس زیادتی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر آگے دیکھا کہ یہ زیر بحث اگرچہ عین
ربوٰ تو نہیں مگر یہاں بھی ذہنیت وہی سودخوارانہ ہے پھر کہتے ہیں یہ مقصد اور مفاسد کے لحاظ سے ایک حرام حیلہ
ہے یا اگر نرم الفاظ استعمال کئے جاویں تو مکروہ اور شریعت اسلامی کے اصل مزاج کے خلاف ایک حیلہ ہے

(اگر حضرت مفتی صاحب مرحوم بقید حیات ہوتے تو ان سے اسلام کے اصل مزاج اور غیر اصل مزاج کا فرق دریافت کیا جاتا) بہرحال مفتی صاحب کے نزدیک بھی ان عبارات سے مسئلہ زیر بحث یقینی طور پر ثابت نہیں کیونکہ ربوا النسیۃ اور اس صورت میں دو وجہوں سے فرق ہے ربوا النسیۃ عین سود ہے جبکہ یہ عین سود نہیں اس کو حرام کہنے کی جگہ مکروہ کہنے کی گنجائش ہے۔

باقی رہی یہ جذباتی بات کہ اس سے مجبور لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو گذارش یہ ہے کہ اگر ضروریات زندگی کی چیزیں مثلاً خورد و نوش کی اشیاء۔ علاج و دوا کی چیزیں ستر پوشی کا عام لباس حتیٰ کہ جانوروں کا چارہ اور گھاس وغیرہ کمیاب ہونے کی وجہ سے مہنگے داموں بیچی جائیں تو وہ یقیناً حرام اور عذاب الٰہی کا باعث ہے — مگر اس میں نہ تو مؤجل اور معجل کا فرق ہے نقد کی صورت میں ایسا کرے تو بھی گناہ کبیرہ اور اجل کی صورت میں ایسا کرے تو بھی عذاب الٰہی کا مستحق اور نہ باین معنیٰ کہ وہ بیع ہی نہیں ہوتی۔ بیع ہو گئی طے شدہ دام دینے پڑیں گے ہاں بوقت ضرورت حکومت تسعیر سے کام لے سکتی ہے اور اس کی مخالفت پر تعزیر کا حق بھی رکھتی ہے۔ مگر اس سے زیر بحث مسئلہ کو مطلقاً حرام کہنا سود کہنا اور بار بار قطعی حرام کہنا مناسب نہیں اس سے یا تو تمام فقہاء مجوزین اور ان کے متبعین کی تجہیل لازم آتی ہے یا تفسیق جو کسی طرح بھی اخلاف صالحین کے شایان شان نہیں۔ تجہیل اس لیے کہ یہ روایات اور عبارات عام معروف ہیں اور یقیناً ان کے پیش نظر ہوں گی اور تفسیق اس صورت میں کہ جان بوجھ کر ان سے چشم پوشی کی اور لوگوں کو غلط راستہ پر ڈالا۔ اس طرح بے باکی سے اخلاف اگر اسلاف کو بدنام کرتے رہے تو نفاذ اسلام شریعت کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے سے رہا ذالامر بیداللہ، علاوہ ازیں یہ کاروبار، قرض مال خریدنا ہمیشہ مجبوری سے ہی نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر صورتیں ایسی ہیں کہ کاروباری لوگ کاروبار بڑھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں تو ایسے میں ظاہر ہے کہ گناہ بھی نہیں اسی طرح وہ اشیاء جو صرف عیاشی کے لیے خریدی جاتی ہیں یا زیادہ سہولت کے لیے ان کو گراں قیمت پر دینے میں بھی کوئی قباحت معلوم ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الحق کو بھیجنے میں کوئی حرج نہیں باقی ان کا خیال تو ان کو ہی معلوم ہوگا شاید تکمیل مضمون کے بعد کوئی تائید یا ترمیم و تردید لکھیں۔ بہتر ہے کہ حکمۃ قرآن لاہور کو بھی بھیج دیا جاوے کیونکہ انہوں نے اس پر مختلف مقالات شائع کرنے کی پیشکش کی ہے۔

پیلو کی بازیافت
Hamdard
PEELU TOO
ہمدرد
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے مؤثر اور مجرّب اجزاء پر مشتمل ایک مکمل طبّی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے
حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔
ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرّب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع
فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں
کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
Hamdard
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف
مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
ہمدرد
آوازِ اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

جناب ابو مدثرہ

قادیانیوں کی حالیہ سیاسی سازشیں

الحق کے قادیانی مسئلہ پر نہایت ایکسپرٹ تجزیہ نگار کے قلم سے، جو ہمیشہ نئے حالات کے تناظر میں قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اور قادیان سے اسرائیل تک کے موضوع پر انکے حقائق نگار تحقیقات نے دنیا سے داد تحسین حاصل کی ہے۔ (ادارہ)

گذشتہ سال قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے عالمی سطح پر جو سیاسی سازشیں پروان چڑھانے میں مدد دی ان کی مختصر تفاصیل منظر عام پر آچکی ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں انٹی قادیانی آرڈیننس کے اجراء کے بعد مرزا طاہر احمد لندن فرار ہو گیا۔ یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا کہ مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی کے سلسلے میں اسے گرفتار کیا جائے اور قادیانیوں کی سیاسی سرگرمیوں خصوصاً اسلامی ممالک کے خلاف سازشوں اور اسرائیل کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کی تحقیقات کی جائیں۔ مرزا طاہر جس انداز سے پاکستان سے فرار ہوا وہ کسی رہنما کے شایان شان نہیں اس نے بھیس بدل کر کار کے ذریعے ربوہ سے کراچی تک کا سفر کیا اور کے ایل ایم (K L M) کی پرواز سے لندن بھاگ گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کو اس کے فرار کا علم تھا اور وہ داخل امن وسکون کے لیے اس کو بھاگنے کا موقع فراہم کر رہے تھے۔ کچھ لوگ اسے اس وقت کے امریکی سفیر کی مداخلت کا کارنامہ قرار دیتے ہیں اصل حقیقت جو کچھ بھی ہو۔ مرزا طاہر کا بزدلانہ فرار اس کے بلند بانگ دعووں کے منافی فعل تھا اگرچہ قادیانی اس کو ایک عظیم نشان قرار دیتے ہیں اور الٰہی تدبیر کا نتیجہ گردانتے ہیں۔

مرزا طاہر نے لندن میں اپنے قدیمی سرپرستوں کی گود میں پناہ لے لی۔ اس نے ٹل فورڈ میں کوڑیوں کے مول زمین خرید کر اس کا نام اسلام آباد رکھا۔ اسرائیلی ایجنسی موساد کی وساطت سے ایک بڑا پریس لگایا گیا امریکہ، مغربی یورپ اور کینیڈا میں نئے مشن قائم کئے گئے قادیانی کتب کے تراجم شائع کئے اور صد سالہ جوبلی جشن منانے کی تیاریاں کیں ایک پمفلٹ مباہلہ شائع کرا کر مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا اور پاکستان میں سیاسی انتشار اور افراتفری پھیلانے کے لیے اس پمفلٹ کو بطور حربہ استعمال کیا۔ اس چیلنج میں مرزا طاہر نے منہ کی کھائی اور مسلمان علماء کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے کئے اس نے کھلم کھلا سامنے آنے کی کبھی بھی جرأت نہ کی اپنے راج بھون میں بیٹھ کر جماعت کو خوشخبریاں سناتا رہا۔

شیطان رشدی کی کتاب "شیطانی حکمات" کے سلسلے میں قادیانی موقف بڑا نرم تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ رشدی کو

ایسا کرنے کا حق حاصل ہے مخالفین کو چاہیئے کہ اس کا جواب شائع کردیں بعض قادیانیوں نے اس کو خط لکھے کہ جناب ہم
"اسلام" کی تبلیغ کے سب سے بڑے علمبردار ہیں یہ کام کیوں نہیں کرتے اس طرح کے اور کئی سوال کئے گئے لندن
کے قادیانی پاکستان کے قادیانیوں کے مقابلے میں ذرا زیادہ دلیر ہیں اس لیے ان کی تشفی کے لیے مرزا طاہر کو زیادہ
دشواری پیش آتی ہے۔ ان تمام سوالوں کا جواب دینے کے بجائے مرزا طاہر نے رشدی کے حق میں بیان داغ دیا اور
ایرانی رہنما آیت اللہ خمینی کے رشدی کے فتوی قتل کی مذمت کی۔ اس نے یہاں تک کہا کہ رشدی کے معاملے میں
برطانوی مسلمانوں نے مظاہرے کرکے اپنے آپ کو ذلیل کیا ہے میں (مرزا طاہر) رشدی کو اپنا بھائی کہتا ہوں۔
مرزا طاہر کے اس بیان پر اپریل ۱۹۹۰ء کو مسلمانوں نے مظاہرہ کیا اور اسے رشدی کا بروزاور ظلی رشدی قرار دیا۔ اس
مظاہرے سے خائف ہوکر مرزا طاہر فرانس بھاگ گیا اور وہاں سے اپنے بیان کی ایک تشریح جاری کی جس کو اکثر قادیانیوں
نے بے دلی سے قبول کیا۔ یاد رہے کہ قادیانیوں نے ہمیشہ دریدہ دہن اسلام دشمن مصنفوں کی بلاواسطہ حمایت کی۔
غازی علم الدین شہید جنہوں نے راج پال کو لاہور میں اسلام مخالف کتاب لکھنے پر قتل کیا تھا قادیانی سربراہ مرزا محمود
کے نزدیک مجرم تھا اس نے قتل کیا اور اپنے فعل پر اسے توبہ کرنی چاہیئے تھی۔ عبدالرشید خوشنویس جس نے سوامی
شردھانند کو قتل کیا قادنیوں کی نگاہ میں سخت مجرم تھا اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن جب مرزا محمود کے ایک مرید
محمد علی نوشہروی نے مرزا محمود کے ایک مخالف کو قتل کردیا تو اس کو پہلے عظیم مجاہد قرار دیا گیا جب قادیانیوں کی تمام تر
کوششوں کے باوجود اس کو پھانسی دے دی گئی تو مرزا محمود نے اس کے جنازے کو کندھا دیا اس کو شہید احمدیت کہا اور
اس کی تعریف میں خطبے دیئے۔ ایسے ہی رشدی کے معاملے میں لندن کے آقاؤں کی پالیسی کے مطابق مرزا طاہر اپنے
موقف کو تبدیل کرتا رہا اور برطانوی ہوم ڈیپارٹمنٹ کے اشارے پر کام کرتا رہا۔

اس تاثر کو ختم کرنے کے لیے کہ احمدی تشدد پسند یا مذہب کے معاملے میں متعصب ہیں مرزا طاہر نے اپنی ایک
پرانی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کروایا۔ اس کتاب کا نام مذہب کے نام پر خون تھا اس میں مناسب اضافہ کرنے کے بعد
اس کو پوری دنیا میں تقسیم کرایا گیا۔ اس کتاب میں مرزا طاہر نے جہاد کے اسلامی تصور کا مذاق اڑایا ہے اور سیاسی مزاج
رکھنے والی دینی تحریکوں پر تنقید کی ہے۔ احمدیت کو امن کی داعی مذہبی رواداری کی حامل اور مغربی معاشرے میں امن
اور تعاون سے پروان چڑھنے والی تحریک کے طور پر پیش کیا ہے۔ رشدی مخالف تحریکوں اور فتووں کے جواب
میں مرزا طاہر کی کتاب کو اسلام دشمن طاقتوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر ریویو لکھے۔

یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا طاہر کے مباہلے کے جواب میں حافظ شیخ بشیر احمد مصری نے ایک پمفلٹ شائع
کیا اس پمفلٹ نے قادیانیوں کو حواس باختہ کردیا۔ بشیر مصری شیخ عبدالرحمٰن مصری کے فرزند ہیں۔ یاد رہے شیخ
عبدالرحمٰن مصری نے ۱۹۳۷ء میں قادیانی جماعت سے محض اس وجہ سے علیحدگی اختیار کی تھی کہ مرزا محمود (مرزا طاہر

کے والد) کا کردار ناقابل بیان حد تک خراب تھا۔ انہوں نے عدالت میں بھی یہ بیان دیا۔ بشیر مصری جو اس زمانے میں نوبر ولڈ کے تھے بذات خود مرزا محمود کے کردار پر الزام لگا تے تھے بعد میں آپ نے قادیانی اور لاہوری جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی آپ ووکنگ مشن لندن کے انچارج تھے۔ انہوں نے مرزا طاہر کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور کہا کہ وہ مرزا محمود کے کردار پر ان سے مباہلہ کرے جو شرطیں چاہے مقرر کرے اور جس طریقے سے چاہے میدان میں آئے۔ یہ پمفلٹ مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کرا کے تقسیم کرایا لیکن مرزا طاہر خاموش رہا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ خود اپنے والد گرامی کی خوش فعلیوں سے واقف تھا۔ اس کا اپنا کردار بھی مشکوک رہا ہے۔ لندن میں اورینٹل سکولز میں کئی سال تک زیر تعلیم رہنے کے باوجود کوئی ڈگری حاصل نہ کر سکا۔ آخر کار سکول نے اس کو دھکے دے کر نکال دیا۔ اسکی زیادہ تر توجہ عورت اور شراب پر مرکوز رہتی تھی لندن میں سوہو کا علاقہ جہاں شراب اور عصمت فروش عورتوں کی بھرمار ہے مرزا طاہر کا پسندیدہ تفریحی مقام تھا۔ بہر حال یہ برسبیل تذکرہ تھا اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ چونکہ پاکستان میں قادیانیوں کو پر پرزے نکالنے کے مواقع نہیں مل رہے اس لیے وہ وطن عزیز کے خلاف خفیہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور اسلام دشمن طاقتوں سے ساز باز کر کے عالمی سطح پر مندرجہ ذیل پالیسی پر گامزن ہیں۔

۱۔ مشرق وسطیٰ میں مراکز قائم کئے جا رہے ہیں جہاں احمدیت ابھی تک قدم نہیں جما سکی۔ اسرائیل اس سلسلے میں پوری پوری مدد دے رہا ہے۔ خلیج کی جنگ میں مرزا طاہر کے خطبات دعوت فکر دیتے ہیں۔

۲۔ حقوق انسانی کے نام پر پاکستان میں احمدیوں کے حق میں حالات بہتر بنانے کی کوشش جاری ہے اس ضمن میں امریکہ ان کا سب سے بڑا پشت پناہ ہے۔ امریکی سینٹ کے کئی اراکین سولارز، پریسلر وغیرہ قادیانیوں کے ہمدرد ہیں۔ پاکستان کو ملنے والی امریکی امداد کی بندش میں مرزا طاہر، ایم ایم احمد، واشنگٹن کے احمدیہ مشن اور اسرائیلی لابی کے مکروہ کردار سے سب واقف ہیں۔ مئی ۱۹۹۱ء کے آخری ہفتہ میں پاکستان میں مقیم امریکی کونسل مسٹر رچرڈ سکی نے ربوہ میں قادیانی اکابر سے چار گھنٹے تک خفیہ مذاکرات کئے اس دوران جب سرکاری ایجنسیوں کے نمائندے گیسٹ ہاوس میں داخل ہونے لگے تو ان کو خدام الاحمدیہ کے دستوں نے روک دیا۔ قادیانی حلقوں میں شریعت بل کی منظوری اور اس کے مضمرات کے بارے میں بہت سے خدشات پائے جاتے تھے مرتد کی شرعی سزا قتل اور نبی اکرمؐ کی توہین کا ارتکاب کرنے والے کی سزا قتل کے متعلق ان کو بڑی تشویش تھی۔ (نوائے وقت ۲۷ مئی ۱۹۹۱ء لاہور)

امریکہ یورپی برادری کے ممالک اور یہودی پریس کی معرفت حکومت پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ قادیانیوں کو حقوق انسانی کے نام پر ارتداد پھیلانے کی اجازت دی جائے اور ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس منسوخ کیا جائے۔

۳۔ ہندوستان میں کانگرسی حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد مرزا طاہر نے اس علاقے کو بیس بنا کر پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں شروع کر رکھی ہیں۔ گذشتہ سال جنوری ۱۹۹۱ء میں اس کا ایک انٹرویو شائع ہوا جس

میں اس نے برصغیر پاک و ہند کو دوبارہ متحد کرنے کی تجویز پیش کی۔ یہ انٹرویو بھارت کے انگریزی جریدے مسلم انڈیا
کے جنوری ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ مرزا طاہر نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ پاکستان اور بھارت کو متحد ہو جا
چاہیئے کیونکہ ہندوستان کی تقسیم ایک سنگین جغرافیائی غلطی ہے جبکہ ہندو، سکھ، عیسائی، بدھ، مسلمان، احمدی اور کشم
جغرافیائی لحاظ سے ایک ہیں اور بالآخر یہ ایک ہو جائیں (نوائے وقت لاہور ۱۲ جون ۱۹۹۱ء)

بھارت نے امریکہ اور اسرائیل سے تعلقات استوار کر لیے ہیں۔ روس کے خاتمے کے بعد بھارت امریکہ کی ط
جھکتا چلا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اسے عالمی بنک اور آئی۔ ایم ایف فراخ دلی سے قرضے دے رہے ہیں۔ امریکا
کے حق میں بھارت کے سیاسی حلقے بیانات دے رہے ہیں۔ اقوام متحدہ میں اس قرارداد کی تنسیخ میں بھارت نے بڑھ
چڑھ کر حصہ لیا جس میں صیہونیت کو نسل پرستی پر مبنی تحریک کہا گیا تھا۔ اسرائیل کے ساتھ ملکی سفارتی تعلقات قائم
کرنے کے لیے بھارت نے اسرائیل سے رابطہ قائم کر رکھا ہے صاف عیاں ہے کہ روس اور چین کے بعد بھارت
اسے تسلیم کر لے گا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر ایل کے اڈوانی نے امریکہ کے دورے کے دوران یہودی حلقوں سے
خاص طور پر ملاقاتیں کیں اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ امریکی سینٹر پریسلر اور نیویارک کے سینیٹر ڈاکٹر موئی ہا
نے بھارت کی زبردست حمایت کی ہے موئی ہان اس کو سلامتی کونسل کا رکن بنانا چاہتا ہے۔ فلسطینی رہنما یاسر ع
اندرا گاندھی امن انعام لے کر بھارتی پالیسی پر ایسی رضامندی کا اظہار کر چکا ہے۔ اس پس منظر میں قادیان میں ہو
والے اس جلسہ کی سرگزشت سنیں جس میں مرزا طاہر نے شرکت کی۔ پاکستان سے تقریباً چار ہزار قادیانی جلسہ میں شرک
کے لیے بھارت گئے۔

۱۹۴۷ء میں قادیان چھوڑنے کے بعد مرزا طاہر پہلی دفعہ دسمبر ۱۹۹۱ء میں قادیان گیا۔ تقسیم ہند کے وقت قاد
میں مرزا محمود کا عملاً راج تھا۔ انگریز اس کی پشت پر تھا اور پنجاب کی یونینسٹ پارٹی اس کی طرفدار تھی مرزا محمود
پہلے تو قادیانی ریاست بنانے کا خواب دیکھا جو اسے پورا ہوتا نظر نہ آیا اس دوران اس نے سکھوں کو اپنے ساتھ
ملانے کی کوشش کی تاکہ پنجاب تقسیم نہ ہو اور ایک مخلوط اکالی۔ قادیانی سٹیٹ قائم ہو جائے سکھ بذات خود آزاد ریاست
خالصتان کا مطالبہ کر رہے تھے وہ مرزا محمود کے سیاسی کردار اور اس کی انگریز پرستی سے واقف تھے انہوں نے
قادیانیوں کو قریب تک بھٹکنے نہ دیا۔ قیام پاکستان کے متعلق مرزا محمود کے نظریات واضح تھے وہ اکھنڈ ہندوستان
کا قائل اور تقسیم کا سخت مخالف تھا اس سلسلے کے کئی بیانات الفضل قادیان میں موجود ہیں لیکن قادیانی نہایت
عیاری کے ساتھ اپنے کردار پر پردہ ڈال کر احرار، خاکسار، اور قوم پرست علماء کی سیاسی پالیسی کو تنقید کا نشانہ بنا
ہیں۔ جب تقسیم ناگزیر ہو گئی تو قادیانی شاطر مرزا محمود نے ریڈکلف ایوارڈ کے دامن میں پناہ حاصل کرنے اور قادیا
کو بچانے کے لیے ریڈکلف کمیشن کو علیحدہ میمورنڈم پیش کئے اگر مسلم لیگ کی پالیسی سے اسے اختلاف نہ ہوتا تو یہ الگ

میمورنڈم پیش نہ کرتا جب کہ خود ظفر اللہ مسلم لیگ کا وکیل تھا۔ ہر طرح کی سیاسی ناکامی اور قادیان میں سکھوں کے حملوں کے بعد مرزا محمود نے ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان سے فرار اختیار کیا اور لاہور اڈا جمایا۔ پہلے تو اس نے بلند بانگ اعلان کئے کہ وہ قادیان کو بچانے کے لیے جان دیدے گا یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے مقدس ترین مقام ہے خدا کے فرستادہ کا مولد و مسکن ہے لیکن اپنے بیانات کے برعکس وہاں کی جماعت اور عورتوں اور بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر بھاگ نکلا کہا جاتا ہے کہ اس نے عورتوں والا لباس پہنا تاکہ پہچانا نہ جاسکے ایک روایت ہے کہ جوگیوں والا لباس پہنا، بعض لوگ کہتے ہیں محض برقعہ اوڑھ لیا تاکہ سکھ دستے پہچان نہ سکیں کچھ قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا محمود اپنے جہاز میں آیا۔ زیادہ مصدقہ روایت یہ ہے کہ ایک فوجی جیپ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ کھلے منہ آیا اس کی آمد کے لیے خصوصی انتظامات کئے گئے میجر جنرل نذیر احمد قادیانی، جو بعد میں راولپنڈی سازش کیس میں ملوث ہوا اس کام کا نگران تھا۔

یہاں ایک دلچسپ حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا جائے تاکہ ہندوستان کی کانگرسی حکومت کے بعض اراکین اور کچھ سکھ لیڈر قادیان میں موجود اہم خفیہ سیاسی ریکارڈ حاصل کرنا چاہتے تھے چونکہ قادیان سیاسی سازشوں کا گڑھ، انگریز کی ذیلی انٹیلی جنس ایجنسی اور حریت پسندوں کی تحریکوں کو ناکام بنانے کا اہم خفیہ مرکز تھا اس لیے پنجاب کی حکومت کی نظریں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر کی خفیہ اور اہم دستاویزات پر مرکوز تھیں جن کا ایک بڑا حصہ پہلے ہی سے قادیانیوں نے لاہور اور سندھ میں منتقل کر دیا تھا۔ قادیانی دستاویزات اور ریکارڈ کا ایک بہت بڑا حصہ بقول قادیانی مولف تاریخ احمدیت جلد ۱۱ ص ۲۹ قادیان کے فسادات میں اس خدشہ کے پیش نظر نذر آتش کر دیا گیا کہ دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے مرزا محمود نے قادیانیوں کو حکم دیا کہ وہ قادیان میں رہیں تقسیم عارضی ہے وہ جلد وہاں آ کر آباد ہو جائیں گے اس نے قادیانیوں کو حکم دیا کہ وہ حلف اٹھائیں کہ اسے چھوڑ کر واپس لیں گے اگر اس کے لینے میں دیر ہو تو ہر بچہ جب جوان ہو اس سے قسم لی جائے کہ وہ قادیان واپس لے کر چھوڑے گا اس نے جماعت کو نصیحت کی کہ "یاد رکھو قادیان خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ مرکز ہے اور ضرور تمہارے پاس رہنا چاہیئے اور رہے گا انشاء اللہ۔ اگر عارضی طور پر کوئی روک پیدا ہو گئی تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر وقت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱)

سکھوں نے قادیان اور اس کے مضافات پر شدید حملے کر کے قادیانیوں کو یہاں سے نکال دیا ۱۹۴۷ء میں پورے ہندوستان میں قادیانیوں کی تعداد پانچ لاکھ تھی اور مشرقی پنجاب میں زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ قادیانی آباد تھے جن میں سے چودہ ہزار کے قریب قادیان میں آباد تھے جو انیس کے قریب دیہاتوں میں بس رہے تھے سکھوں نے نہ صرف قادیانیوں کو قتل کیا بلکہ چھ سات سو عورتوں کو اغوا کر لیا اگرچہ اکثر عورتیں اور بچے فوجی مداخلت سے بچ کر لاہور آ گئے پھر بھی اغوا قتل اور مال اسباب لوٹنے کا سلسلہ جاری رہا، کئی سرکردہ قادیانی سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے۔

لاہور پہنچ کر مرزا محمود نے پنڈت نہرو سے ملاقات کی جو اس وقت سردار شوکت حیات کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے پنڈت نہرو نے یہ جواز پیش کیا کہ چونکہ قادیانی مسلح ہیں اس لیے سکھ حملے کرتے ہیں۔ قادیانیوں نے پاکستان میں بھارتی سفیر سری پرکاش، مشرقی پنجاب کے وزیراعلیٰ ڈاکٹر گوپی چند بھارگوا، گاندھی جی، سردار سورن سنگھ، لارڈ ماونٹ بیٹن، غرضیکہ ہر اہم لیڈر سے التجا کی کہ قادیان کو بچائیں، اسے عام مسلمانوں سے کوئی ہمدردی یا دلچسپی نہ تھی اس کا تمام تر مقصد قادیان کو بچانا تھا لیکن سکھوں نے قادیان اور اس کے ارد گرد کے اسی ۸۰ دیہات قادیانیوں سے خالی کرا کے چھوڑے صرف قادیانیوں کے مذہبی مقامات کانگرسی حکومت خصوصاً گاندھی جی اور پنڈت نہرو کی مداخلت سے بچ رہے وہ بھی اس لیے کہ سر ظفر اللہ نے کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کا کیس اقوام متحدہ میں پیش کرتے وقت بڑی عیاری سے قادیان کے حالات کا درمیان میں تذکرہ کر دیا اور ہند و سکھ مظالم کے باب میں اپنی قادیان کی کوٹھی کی تباہی کا قصہ چھیڑ دیا۔

یہ پس منظر ہم نے اس لیے بیان کیا ہے کہ سکھوں کی آزاد مملکت کے قیام کی حالیہ تحریک؛ قادیانیوں کے موجودہ سیاسی کردار اور ان کے مستقبل کے عزائم پر نگاہ ڈالی جا سکے اور ان کے باہمی روابط کی کڑیاں ملائی جائیں۔

۴۴ سال کے بعد قادیانیوں کا قادیان میں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا کیا مقصد تھا۔ اور اس کے پس پردہ کیا سیاسی محرکات تھے؛ بھارت کے امریکہ اور اسرائیل سے بڑھتے ہوئے سیاسی تعلقات کی بدولت مرزا طاہر کو یہ حوصلہ ہوا کہ قادیان جائے۔ اس قادیان یاترا سے قبل انتہائی معتبر اور قابل وثوق ذرائع سے جنگ پنڈی/لاہور نے خبر دی تھی کہ بھارت کی خفیہ ایجنسی را کے قادیانی ایجنٹ اپنے مذموم سیاسی مقاصد کے لیے بھارت میں جمع ہوں گے پاکستان میں ان کو جلسہ سالانہ کی اجازت نہیں ملی۔ اس جلسہ کی بھارت نے بخوشی اجازت دے دی اور مرزا طاہر نے اپنی طاقت کے مرکز ٹل فورڈ لندن سے بھارتی حکومت کو متعدد خطوط لکھے اور وفود روانہ کئے جنھوں نے بھارت کے امیر جماعت صاحبزادہ وسیم احمد کی معرفت تمام پروگرام مرتب کیا۔ پاکستان سے قادیانیوں کی شرکت کا مسئلہ خاص طور پر زیر بحث آیا اور ان تمام قادیانیوں کی لسٹ پہلے سے حکومت کو مہیا کی گئی جن کی شرکت متوقع تھی۔ قادیان کے مرکز کو ایک تو سکھوں کی تحریک خالصتان کے سلسلے میں اہم حیثیت حاصل ہے تو دوسرے اس کا کشمیر کی تحریک آزادی سے گہرا تعلق ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں کئی قادیانی آباد ہیں جو بھارت کے خلاف اُٹھنے والی مجاہدین کی تحریک حریت کے مخالف ہیں۔ بھارت اس وقت ان قادیانیوں اور لکھنو اور مقبوضہ کشمیر کی ایک قلیل شیعہ قیادت کو اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے۔ گذشتہ ماہ حقوق انسانی اور تشدد پسندی کے خاتمے کے نام پر بعض غیر معروف علماء کو ایک کانفرنس میں بلوا کر سیاسی بیانات دلواتے گئے اور آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس نے اس کی تشہیر کی۔

قادیان کے جلسے میں چالیس ممالک سے وفود آئے جن میں اسرائیل بھی شامل ہے۔ پندرہ ہزار کے قریب قادیانیوں

نے شرکت کی جن میں سے ایک تہائی پاکستانی قادیانی تھے ان میں زیادہ تر سول اور فوجی محکموں کے ریٹائرڈ ملازمین تھے باقی پرائیویٹ کاروبار کرنے والے تھے حاضر سروس لوگ بہت قلیل تھے بھارتی حکومت نے ان کی خوب آؤ بھگت کی لیکن پولیس اور فوج کا زبردست انتظام تھا حکومت کو خطرہ تھا کہ سکھ علیحدگی پسند ان قادیانی یاتریوں پر حملہ نہ کریں مرزا طاہر کی حفاظت کے لیے بہت سخت انتظام تھا کہا جاتا ہے کہ راکے ایجنٹوں، کشمیر کے قادیانیوں، بھارت کی قادیانی جماعتوں کے اہم افراد اور پنجاب کی کانگرسی قیادت کے بعض افراد نے مرزا صاحب سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ربوہ مرکز کی طرف سے پاکستانی قادیانیوں کو بھارت جانے سے پہلے بہت سے نصائح کئے گئے تھے۔ ان کو سختی سے منع کیا گیا تھا کہ وہ کسی سکھ سے سیاسی مسئلہ پر کوئی غیر ذمہ دارانہ گفتگو نہ کریں۔ نام نہاد شعائر اللہ کی زیارت کریں، جلسہ سالانہ کی روئیداد سنیں، بھاری شاپنگ کریں تاکہ سکھ دوکاندار خوش ہوں اور واپس لوٹ آئیں۔ ان یاتریوں میں سے کئی قادیانی وہ تھے جو کسی زمانے میں یا تو قادیان اور اس کے مضافات میں رہتے تھے یا اکثر قادیان جایا کرتے تھے۔ انہوں نے جب اپنے مکانوں میں سکھوں کو آباد دیکھا تو حسرت و یاس کی تصویر بن گئے۔ انہوں نے ایک بار ضرور سوچا ہوگا کہ کہاں گئے مرزا غلام احمد کے وہ الہام جن میں کہا گیا تھا کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے یہ پھلے پھولے گا عالمی مرکز بنے گا لوگ جوق در جوق یہاں آئیں گے اور یہاں بسیں گے۔ مرزا قادیانی نے ایک دفعہ کہا تھا زمین قادیان اب محترم ہے۔ ہجوم خلق سے ارض حرم ہے۔ ۱۹۰۰ء کے بعد ہر جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو مسیح موعود کی صداقت کا نشان قرار دیا گیا۔ مرزا محمود نے قادیان میں رہنے، اس کی ترقی اس کے فروغ اور تقسیم کے بعد اس کے دوبارہ ملنے اور بطور احمدیہ مرکز آباد ہونے کے لتنے بیان الہام اور رویا کا ذکر کیا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے لیکن یہاں یہ حال ہے کہ قادیان کا ایک مختصر سا علاقہ جس میں قادیانی عبادت گاہیں مبارک، اقصیٰ اور فضل، بہشتی مقبرہ، چند محلے جن میں دار الفضل، دار البرکات، ننگل خورد و کلاں، کھارا وغیرہ شامل ہیں قادیانیوں کے پاس ہے باقی تمام علاقہ مکمل طور پر سکھوں کے قبضے میں ہے جن میں مرزا محمود، ظفر اللہ، مرزا بشیر احمد، نواب محمد علی وغیرہ کی کوٹھیاں اور املاک شامل ہیں جو کسی صورت میں قادنیوں کو نہیں مل سکتیں اگرچہ انہوں نے پاکستان میں قادیان کی املاک کے کلیم داخل نہ کئے اور اب بھی مرزا محمود، ان کی والدہ نصرت جہاں اور دیگر خاندان جعلی نبوت کی لاشیں ربوہ میں امانتاً دفن ہیں اور جب حالات سازگار ہوں گے مرزا محمود کی وصیت کے مطابق ان کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا جائے گا۔ ہر احمدی پر یہ فرض ہے کہ قادیان کے حصول کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کرے اور ہر حربہ اختیار کرے، قادیانیوں کی نئی نسل کو قادیان سے وہ عقیدت اور وابستگی نہیں جو جماعت کے بڑے بوڑھوں انصار احمدیہ کو ہے لیکن مرزا طاہر احمد نوجوان نسل کو تلقین کرتا ہے کہ وہ مرکز کی طرف نگاہ رکھیں اور اس کے حصول کی کوشش جاری رکھیں۔

بھارتی حکومت نے قادیانی جلسہ کو پاکستان کے خلاف زہر افشانی کے لیے استعمال کیا۔ آل انڈیا ریڈیو نے اپنی

خبروں کے بلیٹنوں اور تبصروں میں کہاکہ پاکستان میں قادیانیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے ان کو عبادت اور تبلیغ کی اجازت نہیں لیکن بھارت میں یہ سب آزادیاں ہیں یہ ایک سیکولر ملک ہے مرزا طاہر احمد کے فرار اور ۱۹۸۴ء کے قادیانیت کے آرڈیننس کو نشانہ تنقید بنایا۔ مرزا طاہر نے قادیان آنے سے قبل لندن میں سکھوں کے علیحدگی پسند رہنماؤں کے ساتھ بھی ملاقاتیں کیں اور ان کا تعاون حاصل کیا تاکہ کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہ آئے کیونکہ اس سے چند ماہ قبل مسلمان زائرین کی ایک گاڑی پر سکھ حملہ کرچکے تھے حالانکہ یہ بھارتی حکومت کی ایک سازش تھی جس کا مقصد سکھوں اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا کیونکہ جموں وکشمیر میں سکھ مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کررہے تھے اور بابری مسجد کی تحریک کے دوران ایک سکھ لیڈر گرفتاری پیش کرنا چاہتا تھا۔

قادیانی یاتری قادیان کے درویشوں سے بھی ملے یہ درویش ۱۹۴۷ء کے بعد قادیان کی حفاظت پر مامور تھے ان کی تعداد ۳۱۳ رکھی گئی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں کئی قادیانی درویشوں کو جاسوسی کے الزام میں پوچھ گچھ کے لیے بلوایا گیا۔ بھارت نے اب قادیان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے ڈیڑھ دو ہزار قادیانی قادیان میں رہ رہے ہیں مرزا غلام احمد کی گدی کے یہ مجاور جماعت کے خرچے پر پل رہے ہیں۔ سکھ علیحدگی پسندوں اور کشمیری حریت پسندوں کی نظر میں یہ ایک خطرناک عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں، باقی ہندوستان میں قادیانی بکھرے ہوئے ہیں۔ کیرالا، حیدر آباد دکن، بمبئی وغیرہ میں بعض قادیانی گھرانے آباد ہیں لیکن سیاسی لحاظ سے ان کی کوئی موثر طاقت نہیں مشرقی پنجاب میں ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اگرچہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے مذہبی اور دینی مراکز کم ہیں۔ لیکن کسی مذہبی رہنما نے مرزا قادیانی کی طرح اپنے مرکز کو نہ تو غیر معمولی تقدیس دی اور نہ ہی عظیم الشان ترقی اور وسعت کے دعوے کئے۔ مرزا طاہر نے بھی قادیان کی ترقی اور واپسی کا ذکر نہیں کیا بس گذشتہ دنوں کی یادیں تازہ کرتا رہا اور باہم میل جول کی بات کرتا رہا۔ اس لحاظ سے یہ قادیانی مُرلی منوہر کی ایکتا یاترا تھی جس کے پس پردہ سیاسی عزائم کارفرما تھے

۴۔ خلیج کی جنگ کے زمانے میں مرزا طاہر نے بعض خطبے دیئے جو مشرق وسطیٰ کی سیاست سے متعلق ہیں ان کا بنیادی مقصد سعودی عرب سے دشمنی کا اظہار رہے۔ سیاست میں اتنی کھلی مداخلت قادیانی مزاج اور مقصد کے خلاف ہے لیکن مرزا طاہر غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر اینٹھ رہا ہے اور اسرائیل میں اپنے نئے کردار کو متعین کررہا ہے جس کا خفیہ دورہ یہ کرچکا ہے۔ قادیانیوں کے مشرق وسطیٰ میں سیاسی عزائم پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔

۵۔ روس کے منتشر ہونے کے بعد اسلام دشمن طاقتوں نے قادیانیوں اور بہائیوں کو روس کی اسلامی ریاستوں میں تبلیغی پروگرام شروع کرنے کے لیے خطیر رقومات مہیا کی ہیں اور زبردست حوصلہ افزائی کی جارہی ہے قادیانی پیشگوئیوں کے مطابق روس کے زار کا سونٹا مرزا قادیانی کے پاس ہوگا اور یہاں قادیانی ریت کے ذروں کی طرح ہوں گے۔ ان پیش گوئیوں کی بنا پر ۱۹۲۰ء کے عشرے میں انگریز کے اشارے پر قادیانی جاسوس اشتراکی روس

(بقیہ صفحہ ۶۱ پر)

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
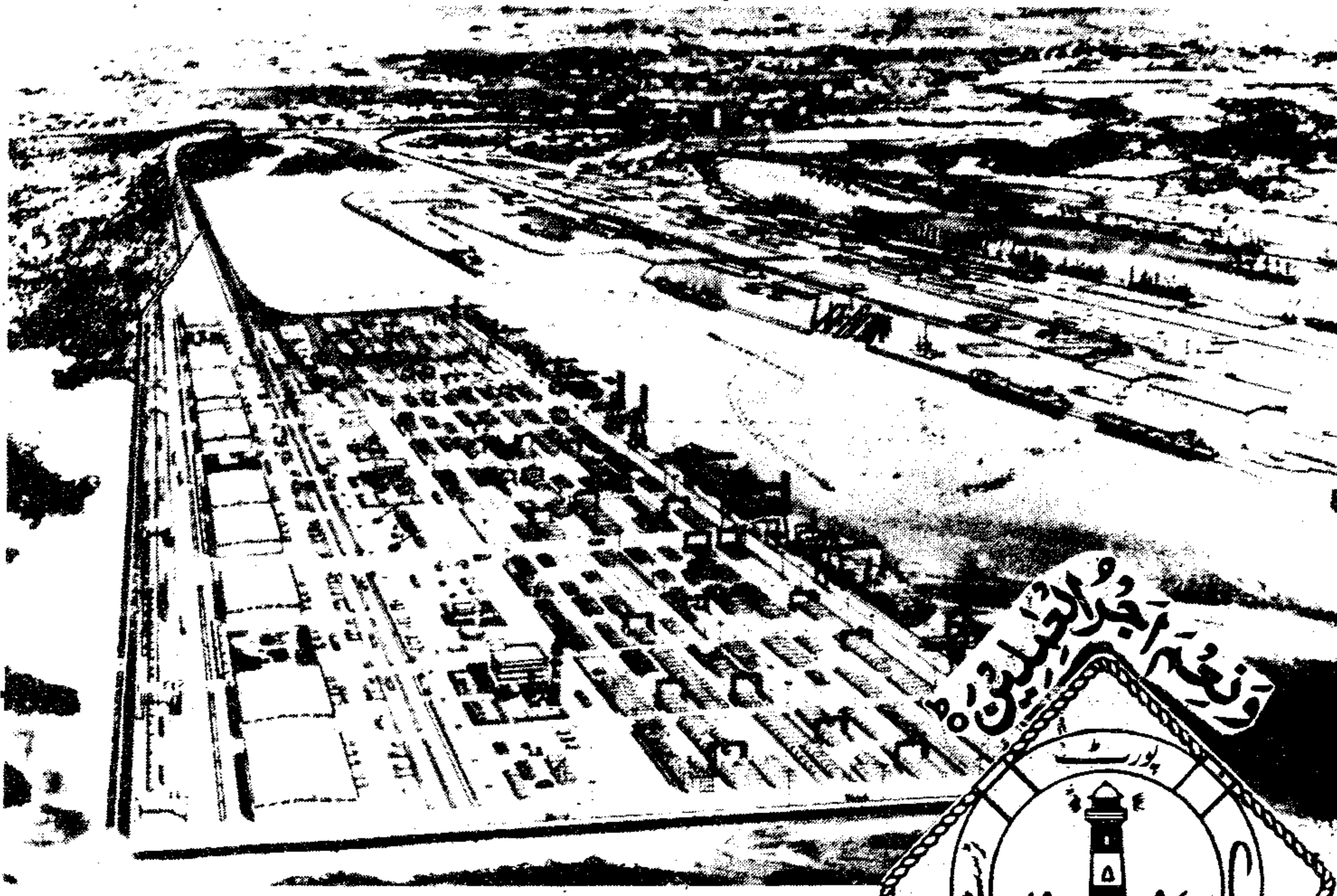
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

از جناب ڈاکٹر محمد حنیف
چیئرمین شعبۂ علوم اسلامیہ اسلامیہ کالج
پشاور

عالمِ اسلام کے مسائل اور مصائب کا حل
ایک قرآنی نسخہ امن و سلامتی

اگر ہم خلوص دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں امن و امان قائم ہو اور ہمارا معاشرہ سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو تو اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے قلوب نور ایمان سے منور اور ہمارے اعمال زیور اخلاص و احسان سے مزین ہوں ہر کام میں خدا کی رضاجوئی ہمارا مطلوب اور اس کی ناراضگی سے ہمارا اجتناب ہمارا مقصود ہو بس اسی طرز عمل میں ہماری مشکلات و پریشانی کا حل موجود ہے اور اسی میں مسلمانوں کی فلاح کا راز مضمر ہے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝[1]

متذکرہ بالا آیات میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان اور تقویٰ کے جامع ہوں وہ اللہ کے دوست ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں فوز و فلاح کی بشارت ہے نہ ان پر آئندہ کا کوئی خوف ہے اور نہ وہ کسی مطلوب کے فوت ہو جانے سے غمگین ہوں گے اللہ کے وعدے اٹل ہیں ، ضرور پورے ہوں گے اور یہ بشارت دارین بڑی کامیابی ہے ۔

خوفِ خدا علم کی بدولت حاصل ہوتا ہے کیونکہ جب بندہ اللہ کی ذات وصفات اور روز جزا و سزا پر یقین کر لیتا ہے تو مالک یوم الدین کی قوت و جبروت کو پیش نظر رکھ کر خوف محسوس کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اطاعت و عبادت کرنے لگتا ہے اور بالآخر یہ سلسلہ قرب خداوندی پر منتج ہو کر اس کا ثمرہ سکون و اطمینان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ۔

انسان کے دل میں جب ایک بار اللہ کا خوف جاگزین ہو جاتا ہے تو نتیجۃً اس کے اندر کی کائنات بدل جاتی ہے اور اس کے عقائد و اعمال میں ایک انقلاب رونما ہو جاتا ہے ۔ نباض انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

اَلَآ اِنَّ فِى الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا — خبردار ! بے شک بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست

[1] سورہ یونس ۱۰ ۔ آیات ۶۲ - ۶۴

فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلاَ وَهِيَ الْقَلْبُ [1]

رہتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے جان لو وہ گوشت کا لوتھڑا دل (خوف خدا کا مرکز) ہے۔

انسانی جسم میں گوشت کی اس بوٹی (قلب) کو ایک نمایاں اور ناپیدا کنار اہمیت حاصل ہے اس پر انسان کے جسمانی اور روحانی صحت کا دارو مدار ہے اور کوئی عمل اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں دل کا اخلاص شامل نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ بھی اسی "عرش رحمانی" فہم و ادراک کے نشیمن اور تقویٰ کے مصدر و منبع پر مرکوز رہتی ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ [2]

بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال و دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں (کے اخلاص و تقویٰ) کو دیکھتا ہے۔

خوفِ خدا انسانی شخصیت اور انسانی معاشرت کی تعمیر و تشکیل میں بنیادی اور نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دل میں خوفِ خدا نہ ہو تو نیت اور عمل پر کوئی پابندی نہیں رہتی اور اس طرح سارا دنیاوی نظام فساد و بگاڑ کا شکار ہو کر درہم برہم ہو جاتا ہے کیونکہ یہی تمام نیکیوں کی محرک مذہب کی جان اور دینداری کی روح ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیک وقت خوف اور امید کا تعلق رہنا چاہیئے بنیادی تعلق امید کا ہوتا ہے لیکن اگر اس پر خوف خدا کا پہرہ نہ رہے تو انسان بے پرواہ اور غافل ہو جاتا ہے۔ امید انسان کی ترقی کا زینہ اور ذریعہ ہے اور خوف اس کے پیش رفت اور ترقی کی نگہداشت کرتا ہے۔

اسلام انسان کو خوف اور امید کے بیچ کی شاہراہ میں کھڑا کرنا چاہتا ہے کیونکہ تنہا خوف ناامیدی کا باعث بنتا ہے جبکہ محض رحم و کرم کے بھروسے پر جینا انسان کو خود سر اور آزاد طبع بنا دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم الشان میں رب العالمین نے اپنے محبوب اور منظور نظر بندوں کا ایک وصف یہ بیان فرمایا ہے۔

تتجافى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا [3]

اہل ایمان (اللہ کے ذکر و فکر میں مشغول رہ کر) شب بیداری کرتے ہیں اور خوف و امید سے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب الایمان باب مَنْ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ حدیث ۵۱

[2] ابن ماجہ جلد سوم ابواب الزہد باب قناعت

[3] ۱۶ : سورۃ السجدہ ، ۳۲

تمام اسلامی احکام کا مقصد انسان کے اندر تقویٰ اور خوف خدا پیدا کرنا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

خُذُوا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؕ۱	اللہ کے احکام کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اسلامی نظام حیات میں عبادات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے مگر اس بنیاد کی قرارگاہ بھی تقویٰ اور خوف خدا ہی پر قائم ہے ارشاد خداوندی ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؕ۲	لوگو اپنے پروردگار جس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا، کی بندگی اختیار کرو تاکہ تم میں تقویٰ (خوف خدا) پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر اہم اسلامی عبادت کا مقصد بھی یہی تقویٰ بیان فرمایا ہے چنانچہ صیام رمضان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؕ۳	اے ایمان والو! تم پر (رمضان کے) روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم میں سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

قربانی کے بارے میں باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ۴	اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانی کا گوشت و خون نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تمہارا تقویٰ مطلوب ہے۔

نماز کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ۵	بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد (تقویٰ) ہی بڑی چیز ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے مقام پر جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کا مرکزی مضمون بھی تقویٰ اور خوف الٰہی کی تلقین کرتا ہے آپ نے فرمایا۔

"میں تمہیں تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جو بہترین تلقین کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے آخرت کے لیے آمادہ کرے اور تقویٰ کا حکم دے۔"

---

۱ ۶۳ : سورۃ بقرہ : ۲ ۲ ۲۱ : البقرہ : ۲ ۳ ۱۸۳ : البقرہ : ۲ ۴ ۳۷ : سورۃ الحج : ۲۲
۵ ۴۵ : سورۃ العنکبوت : ۲۹ ۔

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود، حاضر و ناظر اور ہر چیز کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔ دل میں جب کوئی خیال اٹھتا ہے تو اس سے قبل کہ ہم اس سے آگاہ ہوں اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے لہٰذا انسان پر ہر حال میں خدائے واحد و یکتا کا خوف طاری رہنا چاہیئے خواہ وہ آقا ہو یا غلام، مزدور ہو یا کارخانہ دار، دولت مند ہو یا نادار، افسر ہو یا ماتحت اور معلم ہو یا متعلم۔ انسان کے اس طرزِ فکر و عمل سے یقیناً بد دیانتی، ظلم و ستم ہو جائے گا، کام چوری اور فساد و بگاڑ کا خاتمہ ہو جائے گا، ہر سطح پر نظامِ زندگی اصلاح پذیر ہو جائے گا کیونکہ انسان کو ذمہ داری کا احساس دلانے کا یہی موثر ذریعہ ہے اور اس طرح انسان کا وجود یقیناً مخلوقات کے لیے باعثِ رحمت اور موجب راحت ثابت ہوگا۔

یہ دنیا رنگینیوں کی جلوہ گاہ ہے کائنات کی ہر چیز انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے اور شرعی حدود کے اندر رہ کر یہاں کی نعمتوں اور سہولتوں سے فائدہ اٹھانے پر مامور کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ تقویٰ کے جوش میں جو لوگ تشدد و تعمق کا رویہ اختیار کر کے حلال کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں تو قرآن اس طرز عمل کو "رہبانیت" کا نام دیتا ہے اور پیغمبر اسلام نے "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" کا اعلان کر کے دنیاوی آسائشوں کو مطلقاً ترک کر دینے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے وہ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ تقویٰ (طاعت و عبادت) کے سلسلے میں بھی یہی فطری اصول کار فرما ہے ارشاد ربانی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [۱]

اپنے بس اور استطاعت کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔

تقویٰ حدود کے اندر رہنا سکھاتا ہے اور انسان کو دنیا میں گناہوں سے بچ بچا کر چلنے کا سلیقہ بتاتا ہے اور اس کی بنا پر وہ اپنے دامن کو صغائر و کبائر اور مشتبہات کی آلودگی سے محفوظ رکھتا ہے جو قرب خداوندی کا اصل ذریعہ ہے۔

جن لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف موجود ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے اور ان کا ساتھ دیکر ان کی مدد فرماتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ [۲]

(لوگو) خدا کا خوف کرو اور جان لو کہ جو لوگ اللہ کا خوف رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے (اور اس طرح اللہ کی دوستی اور معیت ان کو حاصل ہوتی ہے)۔

نظامِ کائنات کے چلانے اور مخلوقات کی پرورش میں اسباب ظاہری کے پردے میں رب العالمین کا ہاتھ کار فرما رہتا ہے نادان اور کوتاہ نظر لوگ صرف اسباب پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور دانا اور عقل سلیم رکھنے والے دور اندیش

---

[۱] ۱۶: سورۃ التغابن: ۶۴ [۲] ۱۹۴: البقرہ ۲

ہرت اسباب ظاہری کے اندر پروردگارِ حقیقی کو پہچان لیتے ہیں۔ انبیائے کرام اور اہل معرفت اس قدرتِ الٰہیہ کا
ہدہ کرتے ہیں جو ان اسباب کے پردوں میں کارفرما ہوتی ہے اور جو درحقیقت ہر کام کے وجود میں آنے کی اصلی علت
تی ہے اس لیے ان کا رُخ اپنی ہر مشکل میں اسی بے نظیر و بے مثال قدرت کی طرف ہوتا ہے جس کے حصول کی تدبیر
ہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا طریقہ اس کی اطاعت ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری
ے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے اور رضا سے اللہ کی نصرت و معیت نصیب ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے
تھ ہو سارے عالم کی طاقتیں اس کے ساتھ ہو جائیں گی۔

ظاہر پرست لوگ دنیا کی ایک ایک طاقت کو مسخر کرنے کی تدبیریں کرتے ہیں مگر علم نبوت کے فیض یافتہ
ات اسی ایک قوت کی معیت کی فکر میں ہوتے ہیں جس کے ساتھ ہونے سے سارے جہان کی قوتیں ساتھ ہو جاتی ہیں
اللہ کی ذاتِ اقدس پر بھروسہ کرتے ہوئے تمام خوفوں سے بے خوف ہو کر سکون و اطمینان کے مقام پر فائز ہو جاتے
جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم جس وقت حملہ آور فرعونی لشکر اور دریائے قلزم کے نرغے میں پھنس کر
اٹھی کہ ہم تو پکڑ لیے گئے تو حضرت موسیٰؑ نے قوم کو اسی معیتِ الٰہیہ کا سہارا بتلایا اور فرمانے لگے۔

كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي — ہرگز ایسا نہیں ہوگا، میرا رب میرے ساتھ ہے
سَيَهْدِينِ [1] — وہ مجھے ابھی راستہ بتلا دے گا۔

اسی طرح غارِ ثور میں جب کفارِ مکہ غار پر پہنچ کر قسمیں کھا رہے تھے کہ محمدؐ اس جگہ کے سوا اور کہیں نہیں
۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کی گفتگو سن رہے تھے تو سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک وقت
جس چیز کا سہارا لیا وہ یہی معیتِ الٰہیہ تھی۔ آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمانے لگے۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا [2] — تم فکر نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ایک بار اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس کے اندر
بے پناہ قوت جنم لیتی ہے کہ اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی وہ خدا کی نصرت و معیت کے سائے میں پناہ
دوسری تمام مادی قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف ہو جاتا ہے۔ اس کے کانوں میں ہر دم "أَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ
عبده" (کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے؟) کی صدا گونجتی رہتی ہے اور اس صدا کا جواب وہ صدقِ دل سے
دیتا ہے کہ یقیناً وہی کافی ہے اور اگر اس سے تعلق قائم ہے تو سب کچھ حاصل ہے اور اگر اس کے تعلق سے دل
خالی ہے تو ہر چیز سے محروم رہے گا جس کے نتیجے میں دل ہر قسم کے غموم و ہموم کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور اس کا
سکون و اطمینان غارت ہو جاتا ہے۔ مخلوقات کے ضرر کا خوف اس کا احاطہ کرتا ہے اور عمرِ عزیز اسی خوف سے بچاؤ

[1] سورۃ الشعراء : ۲۶ : ۶۲ [2] سورۃ التوبہ : ۹ : ۴۰

کی تدابیر میں ضائع کر کے دنیا اور آخرت دونوں میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔

اللہ کے نزدیک تقویٰ اور خوف خدا ہی معیار فضیلت ہے اور اللہ کی درگاہ میں سب سے معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتا ہو اور جو اللہ کے نزدیک بڑا اور معزز ہو وہی حقیقت میں بڑا ہوتا ہے اگر دنیا والوں نے بڑا سمجھا مگر اللہ کے نزدیک ذلیل رہا تو دنیا کی یہ بڑائی اس کے کسی کام نہیں آئے گی کیونکہ اعزاز و شرافت کا معیار قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ	اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت
مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ	(آدم و حوا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں
شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا	اور خاندان بنا دیا تاکہ ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ	بے شک تم میں سے اللہ کے زیادہ معزز وہ ہے
اَتْقٰكُمْ [1]	جو تم میں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔

اسلام رنگ و نسل کو کوئی اہمیت نہیں دیتا در اصل یہ ایک شیطانی تصور ہے۔ شیطان کو جب حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم بجالانے کے لیے کہا گیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ [2] یعنی مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور اُس (آدمؑ) کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اسی تصور کے رد و ابطال میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى اَعْجَمِيٍّ وَلَا لِاَعْجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ وَلَا فَضْلَ لِلْاَنْسَابِ [3]

مطلب یہ کہ اسلام میں کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو سفید فام پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اور نہ نسل و نسب کوئی معیار فضیلت ہے۔

خوفِ خدا انسان کو لازوال زندگی اور دائمی شہرت بخشتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے جاہ و جلال اور تخت و تاج والے سلاطین بے نام و نشان ہو گئے مگر کتنے گدڑی پوش، بوریانشین مردان خدا ایسے ہیں کہ صدیاں گذر جانے کے باوجود آج بھی ان کا نام زندہ ہے اور تا قیامت زندہ و تابندہ رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قرآن کریم دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا داعی ہے وہ تسخیر کائنات اور سائنسی علوم کی ترقی کا پیغام دیتا ہے وہ

[1] ۱۳: سورۃ الحجرات: ۴۹۔ [2] ۷۶: سورۃ صٓ: ۳۸۔ [3] مسند امام احمد حنبل ج ۵ ص ۴۱۱

دنیاوی آرام و آسائش اور جائز عیش و عشرت کا قطعاً مخالف نہیں ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اسلام دنیاوی امور کو حدود کے اندر رکھ کر اسے انسانیت کے لیے باعث رحمت بنانا چاہتا ہے کیونکہ حدود و قیود سے آزاد انسان اپنی خود غرضی، کم علمی اور نفس پرستی کے گرداب میں پھنس کر ایسے اقدامات کا مرتکب ہو جاتا ہے کہ عروج و ترقی کے یہ تمام کام ہلاکت و تباہی کا موجب بن جاتے ہیں اور آخر کار دنیا سکون و اطمینان سے محروم ہو کر ماتم کدہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج باوجود ظاہری مادی ترقی کے ساری دنیا کتنی تکالیف اور مصائب سے دوچار ہے چاروں طرف سے خوف نے انسانیت کا گھیراؤ کیا ہوا ہے ایک طرف اگر طاقتور کے ہاتھ کمزور کے خون سے رنگین ہیں تو دوسری طرف غربت و افلاس کا بھوت ہر ایک کے ذہن پر سوار نظر آتا ہے جس نے انسانوں کی زندگی کو اجیرن بنا دیا ہے اس سے اللہ تعالےٰ ان تمام مصائب و مسائل سے نجات کا حل یہ بتایا ہے کہ اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کرو۔ تقویٰ اختیار کرو سکون و اطمینان نصیب ہو جائے گا۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ [1]

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا بس اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ خوفِ خدا غربت و افلاس سے حفاظت اور مسائل و مشکلات سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے اس میں مشکلات کا حل موجود ہے اور اگر تم خوف خدا کے ہتھیار سے مسلح ہو کر مصائب و آلام کا مقابلہ کرو گے تو اللہ تعالےٰ تمہیں کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ [2]

اور جو کوئی اللہ کا خوف اختیار کرے گا اللہ اس کے ہر کام میں آسانی پیدا کر دے گا اس کے گناہ اس سے دور کرے گا اور اسے اجر عظیم ملے گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے تو وہ نفیاً اور اثباتاً دونوں طرح سے فائدے میں رہتا ہے کیونکہ ایک جانب وہ سلب مضرت "يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ" سے بہرہ مند ہوتا ہے تو دوسری طرف جلب منفعت، "وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا" سے سربلند و سرفراز رہتا ہے جو واقعتاً بہت بڑی کامیابی ہے۔

---

[1] ۲-۳، سورۃ الطلاق، ۶۵　[2] ۴-۵، الطلاق: ۶۵

وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ؁

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا اور اللہ کا خوف رکھے گا اور اس کی نافرمانی سے بچے گا بس یہی لوگ کامیاب ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ه يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ؂

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تمہارے اعمال قبول فرمائے گا تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی پس اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اعمال کی اصلاح و قبولیت اور گناہوں کی مغفرت خوف خدا اور قول صادق پر مرتب ہوگی اس کی بدولت سارے اعمال درست ہو جائیں گے جس کا نتیجہ خدا کی رضامندی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اسی میں تمام کامیابیوں کا راز مضمر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ؃

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے وہ نجات سے سرفراز ہوں گے۔

وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ؄

جو لوگ اللہ کا خوف رکھتے ہیں ان کے حق میں یقیناً آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے تو کیا اے لوگو! تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

کہ فکر آخرت چھوڑ کر اس فانی سامان دنیا کے سمیٹنے میں مشغول ہو۔ عقل و ہوش کا سہارا لو آخرت کی زندگی کو اپنا مقصود و مطلوب بناؤ اور اپنی ساری توانائیاں اسی فکر اور اسی تگ و دو میں صرف کرو تاکہ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی نصیب ہو۔ یہی اطمینان کا اصل سرچشمہ ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ؅

(اے لوگو!) جان لو۔ دلوں میں اطمینان صرف اور صرف یاد الٰہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔

ؐ ۵۲، سورۃ النور، ۲۴۔ ؂ ۷۰، سورۃ الاحزاب ۳۳۔ ؃ ۵۳، سورۃ النحل، ۲۷
؄ ۳۲، الانعام، ۶ ؅ ۲۸، الرعد، ۱۳

قرآن کریم ایک طرف اگر ظاہری اسباب و ذرائع کے استعمال کی تلقین کر کے اہل اسلام کو وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ[۱] کا درس دیتا ہے تو دوسری طرف یہ تاکید کرتا ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور استقلال و ثابت قدمی سے کام لو دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ فرماتے ہیں۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا. وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ[۲]

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دشمنوں اور مخالفین کی حالت یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی اچھی حالت پیش آجاتی ہے تو اس سے ان کو دکھ ہوتا ہے اور اگر تم پر کوئی بری حالت آپڑتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ اختیار کئے رہو تو تم کو ان کے فریب ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بے شک اللہ ان کے اعمال پر پورا احاطہ رکھتا ہے اور ان کی سزا ہر طرح قادر ہے۔

مسلمانو! حق پر استقامت اختیار کرو اپنی اصلاح میں لگے رہو تمہارے لیے یہی ثابت قدمی اور خوف خدا دشمن سے محفوظ رہنے کا بہترین حربہ ہے۔

تقویٰ فلاح دارین کا وسیلہ، سکون و اطمینان کا ذریعہ اور دائمی آرام و آسائش کے حصول کی کلید ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ[۳] — بے شک اہل تقویٰ کے لیے (دائمی اور لازوال نعمتوں والی) جنات ہیں

تقویٰ کی بدولت انسان کو ہدایت ملتی ہے، سیدھا راستہ نصیب ہوتا ہے مصائب کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور قلوب انوار الٰہی سے معمور ہو کر منور ہو جاتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا[۴] — اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کر کے اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں ہدایت اور نور قلب عطا فرمائے گا۔

تقویٰ کیسے حاصل ہو؟ اور دل میں اللہ کا خوف کیسے حاصل ہو؟ قرآن کریم اس سلسلے میں انسانوں کی رہنمائی

---

۱ ۶۰۔ الانفال : ۸ (ترجمہ، اور ان (دشمنان اسلام) سے جس قدر بھی تم سے ہو سکے سامان درست رکھو پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعے سے تم اپنا رعب رکھتے ہو اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر)۔ ۲ ۱۲۰، سورۃ ال عمران : ۳ ۳ ۳۴ ؛ سورۃ قلم : ۶۸۔ ۴ ۲۹، سورۃ الانفال : ۸۔

یوں کرتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [1]

اے اہل ایمان تقویٰ اختیار کرو اور (اللہ کے نیک) بندوں کے ساتھ رہو۔

اللہ تعالیٰ جس کو بناتے ہیں کسی نیک اور مقبول بندے کی صحبت و تربیت سے بناتے ہیں ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ [2]

جو بندے میری طرف رجوع کرتے ہیں (میرا قرب حاصل کرنے میں کوشاں ہیں) تم انکی پیروی کرو (اور ان کی صحبت و معیت اختیار کرو)۔

خداوند تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کی صحبت و ہم نشینی میں بے پناہ تاثیر ہوتی ہے اور ان کی نظر فیض اثر میں جذب و کشش کی ایسی عظیم قوت پوشیدہ ہوتی ہے جس سے انسان کے دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو جایا کرتا ہے انسانیت کی تاریخ گواہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت سے آپ کے صحابہ کرام میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا ہوتی اور وہ ایسے عظیم الشان اوصاف سے متصف ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف ان الفاظ میں فرمائی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [3]

یعنی محمدؐ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجدہ ریز ہیں اللہ کے فضل و کرم کی جستجو میں مصروف ہیں اور سجدہ کے آثار اور خشوع و خضوع کے ان کی جبین پر نمایاں ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ یہ لوگ کفر و شرک کی وجہ سے مردہ تھے لیکن جب نور ایمانی سے ان کے سینے منور ہوگئے تو کفر سے ایسا بغض پیدا ہوا کہ اس کا نام سننے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑ کر خاک آلود کر دیا۔ جان و مال اور اہل و عیال کے مقابلے میں ایمان زیادہ پیارا ہو کر ہر صحابی ہدایت کا مینار نور بن گیا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ [4]

(لوگو!) میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

---

[1] ۱۱۹ : سورۃ التوبہ : ۹ [2] ۱۵ : سورۃ لقمان ، ۳۱ [3] ۲۹ : سورۃ الفتح ، ۴۸

[4] مشکوۃ المصابیح ج ۲ باب مناقب الصحابہؓ

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

مولانا ذاکر حسن نعمانی

جبین کی لغوی اور تفسیری تحقیق

قدیم اہل لغت اور اکابر مفسرین کی آراء کی روشنی میں

الحق کے دسمبر کے شمارے میں مولانا سید تصدق بخاری کا مضمون "جبین کروٹ ہے یا ماتھا" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں موصوف نے چند عظیم تر مفسرین کی طرف علمی تسامح کی نسبت کی تھی۔ اس مضمون پہ جنوری کے شمارہ میں ایک دلچسپ تنقیدی مقالہ شائع ہوا۔ احقر نے دونوں مضامین کا جائزہ لیا اور اس سلسلے کی مزید علمی تحقیق اور زیادہ تر مستند لغوی اور تفسیری مواد مرتب کر دیا ہے۔ الحق کا یہ انداز بحث و تحقیق قارئین کی دلچسپی سمیت اہم علمی اور تحقیقی مضامین کی اشاعت کے لحاظ سے بہرحال افضل و اقدم ہے جو اسے تمام معاصر پرچوں میں امتیازی مقام بخشتا ہے۔ (ذاکر حسن)

امام راغب اصفہانی مفردات الفاظ القرآن میں لکھتے ہیں: جبین قال تعالیٰ وتلہ للجبین فالجبينان جانبا الجبهة۔

صاحب مصباح اللغات نے پیشانی اور پیشانی کا کنارہ معنی کیا ہے۔ مختار الصحاح میں ہے۔ الجبين فوق الصدغ وهما جبينان عن يمين الجبهه وشمالها۔ یعنی کنپٹی کے اوپر کا حصہ اور ماتھے کے دائیں اور بائیں جانب کو کہتے ہیں۔

القاموس المحیط میں لکھا ہے: والجبينان حرفان مكتنفا الجبهة یعنی پیشانی کے دونوں طرفین کو کہتے ہیں۔ منجد میں ہے الجبين ناحية الجبهة۔

مجاز القرآن لابی عبیدہ میں ہے۔ وصرعه وللوجه جبينان والجبهة بينهما یعنی چہرہ کے دو جبین ہیں اور ماتھا ان کے بیچ کے حصے کو کہتے ہیں۔

بحث بالا کا حاصل یہ ہے کہ جبین پیشانی کے دائیں اور بائیں حصے کو کہتے ہیں۔

اب جبین کا ترجمہ کروٹ کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ کروٹ شِق (بکسر الشین) کا ترجمہ ہے۔ منجد میں ہے شق الجانب الواحد من الانسان۔ اب اگر لغت کی رعایت کی جائے تو جبین کا ترجمہ پیشانی اور کروٹ دونوں

غلط ہیں لیکن قطع نظر لغوی تحقیق سے جبین کا ترجمہ کروٹ اور پیشانی دونوں ٹھیک ہیں۔ کروٹ کا ترجمہ اس لیے صحیح ہے کہ جب کسی کو زمین پر اس طرح لٹایا جائے کہ اس کی پیشانی کے دائیں یا بائیں جانب زمین سے لگ جائیں تو لازماً بدن کا اس طرف والا حصہ بھی زمین کے ساتھ لگے گا۔ لہٰذا اب عقلاً جبین کا ترجمہ کروٹ بالکل صحیح ہے۔ جبین کا ترجمہ پیشانی بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ جبین (پیشانی کا کنارہ) جبھہ (پیشانی) کا جز ہے۔ ذکر جز اور مراد کل لیا جا سکتا ہے۔ اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔

جس طرح یجعلون اصابعھم فی اذانھم عربی میں اصبع انگلی کو کہتے ہیں۔ لیکن یہاں انگلی کا جز یعنی سرا مراد ہے۔ جبین کا ترجمہ فم (جیسا کہ بعض حضرات نے 'فیہ' کے ساتھ کیا ہے) وجہ اور جبھہ سب کے ساتھ ٹھیک ہے۔ منہ کے بل، چہرے کے بل اور پیشانی کے بل سب کا مطلب ایک ہی ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ پیشانی کے بل گرایا تو لازماً یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ منہ کے بل گرا، چہرے کے بل گرا۔

بخاری شریف کی کتاب الوحی کی حدیث سے بھی (جبین کا معنی چہرہ یا ماتھا لینا) اس کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں وان جبینہ لیتفصد عرقاً یعنی آپ کی پیشانی پسینہ میں شرابور ہو جاتی تھی۔ اگر لغت کی رعایت رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ کیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ پیشانی کی ایک جانب سے پسینہ بہتا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف عقل ہے۔ اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ آپ کی ایک کروٹ سے پسینہ بہتا تھا تو یہ خلاف عقل ہونے کے ساتھ خلاف نقل و لغت بھی ہے۔

مولانا سید تصدق بخاری نے جبین کا ترجمہ کروٹ کر کے اپنی تائید میں مختلف تفسیری اقوال نقل کئے ہیں اور جن مفسرین نے جبین کا ترجمہ ماتھا، یا منہ کیا ہے۔ ان پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ موصوف کو چاہئے تھا ذرا تفاسیر کی چھان بین کرتے تو جبین کا ترجمہ منہ اور پیشانی کرنے والوں کی طرف غلطی کی نسبت نہ کرتے۔ یہ بات بھی غلط ہے کہ اس غلطی کی ابتدا شاہ عبدالقادرؒ سے ہوئی۔ کیونکہ آپ سے پہلے کئی مفسرین بھی اس قسم کا ترجمہ کر چکے ہیں۔

درمنثور میں ہے وتلہ للجبین قال وضع وجھہ للارض یعنی اس کے چہرے کو زمین پہ رکھا۔

موصوف نے روح المعانی کے دوسرے قول کو نقل نہیں کیا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ قیل المراد کبہ علی وجھہ۔ یعنی چہرے کے بل لٹایا۔

تفسیر ابی السعود میں دونوں ترجمے ہیں۔ صرعہ علی شقہ فوقع جبینہ علی الارض وھو احد جانبی الجبھۃ یعنی کروٹ پر لٹایا۔ آگے تحریر فرماتے ہیں۔

وقیل کبہ علی وجھہ باشارتہ کیلا یری من ما یورث رقۃً۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی درخواست پر منہ کے بل گرایا تاکہ شفقت پدری حکم خداوندی پورا کرنے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے وتله للجبين اى صرعه على وجهه ليذ بحه من قفاه ولايشاهد وجبهه عند ذبحه ليكون اهون عليه ۔ (ترجمہ) چہرے کے بل لٹایا تاکہ گدی کی طرف سے ذبح کریں اور اس کے چہرے کو نہ دیکھیں تاکہ آسانی کے ساتھ ذبح کر سکیں۔

اس کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ۔ قال ابن عباس رضى الله عنهما ومجاهد وسعيد بن جبير والضحاك وقتاده وتله للجبين اكبه على وجهه ۔ یعنی چہرے کے بل گرایا۔

تفسیر قرطبی میں ہے ۔ وتله للجبين قال قتاده كبه وحول وجهه الى القبلة یعنی اس کو اوندھا کیا اور چہرہ قبلے کی طرف پھیر دیا۔

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام نے باپ سے درخواست کی کہ اقذفنى للوجهه لئلا تنظر الى وجهى فترحمنى ولئلا انظر الى الشفرة فاجزع ۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ مجھے چہرے کے بل لٹا دو تاکہ مجھے دیکھنے سے آپ کو رحم نہ آئے اور مجھ میں بے صبری صادر نہ ہو۔

جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر طبری کی لکھتے ہیں ۔ فقال يابت اقذفنى للوجه كيلا تنظر الى فترحمنى ولكن ادخل الشفرة من تحتى وامض لامر الله ۔ مجھے منہ کے بل گرا تاکہ مجھے دیکھ کر آپ کو رحم نہ آئے اور چھری میرے نیچے سے لا کر اللہ کا حکم پورا کرے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں ۔ عن مجاهد فى قوله وتله للجبين قال وضع وجهه لارض ۔ یعنی اس کے چہرے کو زمین پر رکھا ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں ۔ عن قتاده وتله للجبين اى وكبه لفيه واخذ الشفرة یعنی منہ کے بل گرایا اور چھری لی۔

ابوالفضل فیضی کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام میں ہے ۔ حطّ رأسه للسحط ۔ یعنی اس کے سر کو ذبح کے لیے نیچے کیا۔

التفسیرات الاحمدیہ میں ملاجیون فرماتے ہیں ۔ قال له اجعلى مضطجعًا متلاً على جبينى لئلا يغلب الشفقة عليك بحفرة وجهى ۔ یہاں بھی جبین کا تثنیہ ہے ۔ جس کا ترجمہ لازماً پیشانی کے ساتھ کرنا ہوگا۔

تفسیر حسینی میں آیت کا ترجمہ یوں ہے ۔ بافگند فرزند را بجانب پیشانی

اور اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں للجبين بر پیشانی یعنی پیشانی او را بر زمین نہاد بالتماس او ۔ یعنی اسماعیل کے کہنے پر ان کی پیشانی کو زمین پر رکھا۔

جبین کا ترجمہ چہرہ، منہ، پیشانی کے ساتھ کرنے اکابر مفسرین عظیم اہل لغت کے حوالے پیش کر دیتے گئے

ہیں ان سب مفسرین کے بارے میں یہ کہنا کہ ان سے چوک ہوئی علمی اور دینی اعتبار سے حد درجہ کمزور بات ہے ہمارے نزدیک دونوں ترجمے ٹھیک ہیں اور ائمہ مفسرین اور اکابر سلف صالحین کی طرف جناب بخاری صاحب کی نسبت تسامح بہرحال بے جا ہے ہم مولانا بخاری صاحب اور ان کے ہم خیال دوستوں کو لغت و تفسیر کے اصل ماخذ کے مطالعہ و تحقیق کی پرخلوص دعوت دیتے ہیں تاہم ہماری رائے کوئی نص قطعی نہیں اس کے بعد بھی اگر کوئی صاحب اختلاف رائے رکھتا ہو اور علمی دلائل اور واقعاتی شواہد سے کوئی بات کرنا چاہے تو الحق کو بہرحال اس کا بھی استقبال کرنا چاہیے۔ وفوق کل ذی علم علیم

بقیہ صفحہ ۴۰ سے : عالم اسلام کے مسائل

دنیا کا قانون ہے کہ اگر ہمیں کسی چیز کی طلب ہو تو اس چیز کا خزانہ اور خزینہ دار کو تلاش کرتے ہیں اس اصول کے تحت چونکہ دین کے خزانے اولیاء اللہ اور باخدا دینداروں کے پاس ہوتے ہیں اس لیے اس کے حصول کے لیے اہل ایمان اور دینداروں کی طرف رجوع کریں گے ان ہی کے ہاں سے ہدایت و رہنمائی ملے گی کیونکہ انہی کی تربیت اور ارشاد و ہدایت ہمارے قلوب میں اصل زندگی اور طمانیت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم اور احادیث نبویؐ سے یہ بات ثابت ہے کہ خوف خدا انسانوں کو ہر قسم کے خوف سے بے خوف کرتا ہے۔ بھوک اور عسرت و افلاس کا خوف ہو، دشمن کی عداوت و مخالفت کا ڈر ہو۔ مشکلات و مصائب کا خوف ہو، مقاصد کے فوت ہوجانے کا غم ہو اور بصیرت کے فقدان یا ضعف فہم کی فکر دامن گیر ہو غرض یہ کہ جو بھی خوف اور غم لاحق ہو اگر انسان اپنے دل کو تقویٰ کے نور سے منور کر دے گا تو اس سے مصائب و مسائل کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔ امید کی روشنی سے ناامیدی کی ظلمت فنا ہو جائے گی اور اس طرح انسان رب العالمین کو اپنا حامی و ناصر سمجھ کر ہمت و استقلال کا پیکر بن جائے گا اور اس کا سینہ خالق کائنات کے خوف سے معمور ہو کر مخلوق کے خوف سے خالی اور بے نیاز ہو جائے گا اور اس کا قلب "عرش الرحمن" کی صفت سے متصف ہو کر سکون و اطمینان کے بلند و رافع مقام پر سرفراز ہو جائے گا۔ یہی مومن کا مقصود و مطلوب ہے اور اسی کو قرآن نے بہت بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ

مولانا محمد ولی خان مظفر زئی

عالم اسلام

مسلم ممالک میں اقلیتوں کے وارے نیارے ہیں۔ انہیں گوناگوں سہولتیں اور حقوق حاصل ہیں مزید ملنے پر ان کی ہوس بڑھتی ہے اور حروف شکایات ہمیشہ ان کی زبانوں پر جاری رہتے ہیں۔ ادھر غیر مسلم ممالک میں عام حالات کے دوران بھی مسلمانوں پر جو بیتتی ہے اس کا ایک نقشہ پیش کیا جارہا ہے۔ جینے والے سسک سسک کر جوں توں زندگی کے دن پورے کرتے ہیں تو مردوں کو قبرستانوں میں بھی چین سے پڑے نہیں رہنے دیا جاتا۔

مسلم ممالک میں قائم دینی اداروں اور اہل ثروت اصحاب کا فرض ہے کہ معلوماتی، تربیتی اور علمی کتب وہاں بھیجیں۔ دینی مدارس اور مساجد تعمیر کردیں۔ دینی ادارے وہاں کی زبانیں سکھا کر مبلغین اور وہاں مستقل رہائش اختیار کرنے والے واقفین زندگی روانہ کیا کریں تاکہ ہمارے کچلے ہوئے اور مظلوم بھائی اغیار کی ایمان دشمن سرگرمیوں کا شکار ہونے سے بچیں، حوصلہ پائیں، دین حق کو سمجھیں اس پر قائم رہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے بہتر حالات چھوڑ کر جائیں۔

مملکت نیپال کا محل وقوع وسطی ایشیا میں ہندوستان اور چین کے درمیان ہے ہمالیہ کا طویل پہاڑی سلسلہ شمال میں اس کو چین سے ملاتا ہے باقی تینوں اطراف سے اس کی سرحدیں ہندوستان سے ملی ہوئی ہیں اور اس کا کل رقبہ ۱۴۱۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔

نیپال کی سرزمین اکثر پہاڑوں پر مشتمل ہے جو قابل کاشت بھی نہیں ہے صرف ایک تہائی میدانی علاقہ ہے جس میں کاشت کاری کی جاتی ہے۔ پہاڑوں کی وجہ سے آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے۔

پہاڑوں کا بلند ترین سلسلہ ہمالیہ ہے جس کی بعض چوٹیاں پوری دنیا میں سب سے زیادہ اونچی بتائی جاتی ہیں مثلاً ماؤنٹ ایورسٹ۔

نیپال کی معلوم تاریخ آج سے تقریباً سات صدی قبل سے شروع ہوتی ہے جب یہ مملکت ہندو مذہب کی

اکثریت کی بنیاد قائم ہوئی ہے۔ ہندوؤں کے بعد یہاں دوسری اکثریت بدھوؤں کی ہے۔

نیپال کا شمار دنیا کے غریب ممالک میں ہوتا ہے۔ اس لیے اقتصادی اور معاشی بحران سے دوچار ہے کاشتکاری کا تو تقریباً یہاں فقدان ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک آدمی کی سالانہ آمدنی صرف ۱۲۰ ڈالر ہے۔ یہاں کی قومی زبان نیپالی ہے جو سنسکرت اور ہندی سے ملتی جلتی ہے اور ہندی کے حروف سے لکھی جاتی ہے۔ کل آبادی مردم شماری کے لحاظ سے ۱۴ ملین ہے۔ جس میں ۸٪ مسلمان ہیں۔ ان مسلمانوں کی زبان اردو ہے بحری راستوں پر نیپال کی پہنچ نہیں۔ نیپال کا دارالخلافہ کھٹمنڈو شہر ہے جس کو بعض لوگ وادی بھی کہتے ہیں۔ بعض تاریخی وجغرافیائی حالات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نیپال کا جو میدانی حصہ ہے یہ پہلے غرقاب تھا۔ طویل زمانے کے بعد یہ خشکی ظاہر ہوئی ہے۔

اس سرزمین پر اسلام کی آمد کا کوئی خاص ذکر تاریخ میں موجود نہیں ہے البتہ بعض تاریخی واقعات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں یہاں اسلام کی آمد عرب اور دیگر مسلم تاجروں کے ذریعے ہوئی تھی، ان میں سے چند تاجروں نے مستقل سکونت اختیار کرلی اور اسلام کی دعوت کو رفتہ رفتہ اس علاقے کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔

سرکاری ذرائع ابلاغ ونشریات کے مطابق یہاں ایک ملین مسلمان ہیں مگر اسلامی تنظیموں اور اداروں کا کہنا ہے کہ یہاں مسلمانوں کی تعداد ایک ملین سے کہیں زیادہ ہے۔ ابتدائے تاریخ کے برعکس نیپالی مسلمان کی اب مالی واقتصادی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں۔ اکثر مزدوری اور دہقانی کرتے ہیں۔ تجارت وصنعت سے کوسوں دور ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں بھی نظر نہیں آتے اور اگر ہیں بھی تو ایسی ملازمتوں پر کام کرتے ہیں کہ جس سے وہ اپنی گھریلو ضروریات کو ہی بمشکل پورا کرپاتے ہیں۔ دینی لحاظ سے بھی نیپالی مسلمان بہت زیادہ ابتری کا شکار ہیں۔ اسلام سے محبت اور لگاؤ کے باوجود وسائل تعلیم اور دعوت وتبلیغ کے عمل میں کمزوری کی وجہ سے اس کے مبادیات سے اکثر ناواقف ہیں۔ بعض ایسے مسلمان بھی ہیں جو صرف اسلام کا نام جانتے ہیں اور بس۔ بایں وجہ یہاں کے مسلمانوں کے عقائد واعمال میں اسلام کی پاکیزہ روح کے بجائے بدعات ورسومات کو مرکزی مقام حاصل ہے۔

اب ان مسلمانوں کو ایسے افراد کی اشد ضرورت ہے جو ان کو اسلام کی مبادیات صاف وشفاف عقائد اور توحید خالص کا درس دیں تاکہ وہ بھی اور ان کی اولاد بھی اسلامی عقائد واعمال سے بخوبی روشناس ہوسکیں ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ نیپال کی سرزمین سے گزران کے ساتھ ساتھ اسلام کا بھی گزر ہوجائے اور اس سرزمین کے باسی اس ابدی نورانیت روحانیت سے محروم رہ جائیں۔

نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو میں صرف چار مساجد ہیں۔ ان میں جامع مسجد نیپال میں ایک مکتب بچوں کی پڑھائی کا بھی ہے اور اسکے علاوہ تین مدارس ہیں۔ ۱۔ مدرسۃ الاصلاح ۲۔ مدرسہ سراج العلوم ۳۔ مدرسہ نورالاسلام اور بھی کئی ابتدائی مدرسے ملک کے مختلف مقامات میں موجود ہیں۔ ایک اور مدرسہ کی ابھی بنیاد رکھی گئی ہے مگر معاشی

حران کی وجہ سے اس کا کام رک گیا ہے۔

ملک کی تمام یونیورسٹیوں میں مسلمان طلبہ کی تعداد ۱۲۰ ہے جن میں دس خواتین ہیں۔ اسلامی تعلیم وتربیت
سکولوں اور کالجوں میں ممنوع ہے بلکہ باعث جرم ہے حالانکہ تقریباً تمام اسلامی ممالک کے اس ملک کے ساتھ سفارتی
ور سیاسی تعلقات بھی ہیں۔ اس ملک میں مسلم اقلیت کے لیے اپنے حقوق کے مطالبے کا نہ کوئی سرکاری قانون ہے اور
ہی نیپالی قانون کی رو سے وہ اپنے اسلامی شرعی حقوق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اکثر اوقات اسلامی اور نیپالی قوانین میں
ی تضادات کی وجہ سے انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مشکلات میں سے ایک قبرستان کا مسئلہ ہے
یونکہ ہندو اور بدھ اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں اور مسلمان زمین میں جس کی وجہ سے وہ زمین قابل کاشت نہیں رہتی۔
ہندوؤں اور بدھوؤں کا مطالبہ ہوتا ہے کہ نئے قبرستان نہ بنائے جائیں اور پرانے قبرستان بھی ہمارے حوالے کئے جائیں
اکہ ہم اس میں کھیتی باڑی کریں حالانکہ مسلمانوں کے لیے الگ قبرستان کا ہونا اور مردوں کو دفنانا دین کا ایک اہم رکن
ہے اور اسلامی تہذیب کی ایک اہم کڑی ہے۔

دارالخلافہ کھٹمنڈو میں تقریباً تین ہزار اور پوکھرا اور اس کے گرد ونواح میں تقریباً دو ہزار مسلمان ہیں۔ ملک کے دیگر
اقوں میں مسلمانوں کی تعداد اس سے زیادہ ہے مگر وہ متفرق ہیں۔ ان میں سے اکثر بھارتی حدود کے قریب رہتے ہیں۔
ہی لحاظ سے کھٹمنڈو کے مسلمان دوسروں کی نسبت اسلام کے اوامر ونواہی سے کچھ نہ کچھ روشناس ہیں اور اقتصادی
لت بھی ان کی دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں بہتر ہے۔

کھٹمنڈو میں مقیم مسلمانوں کے علاوہ تمام مسلمان خصوصاً پہاڑوں میں بسنے والے رہن سہن، تہذیب وثقافت، رسم و
اج میں ہندوؤں کے غلام ہیں۔ جہالت وضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پھنسے ہوتے ہیں۔ اسلامی تحریکوں اور
ہموں سے کوئی تعلق ومناسبت نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ ان کا اقتصادی ومعاشی انحطاط ہے۔ ان میں وہ لوگ نسبتاً
بہتر ہیں جو بھارتی حدود کے قریب ہیں اور بھارتی مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پورے نیپال میں تقریباً دو دو ہزار
آبادیوں میں صرف ایک مسجد ہوتی ہے اور وہ بھی نظم ونسق کی مشکلات سے دوچار۔ نہ اس میں کوئی مستقل امام ہوتا
ہے اور نہ کوئی مؤذن یا بچوں کا معلم۔ اسی طرح یہاں کے مدارس کی نہ کوئی الگ تنظیم ہے جس کے تحت یہ مدارس منظم
ر پر کام کریں اور نہ کوئی متفقہ نصاب تعلیم بلکہ نصاب ومعیار تعلیم، مہتمم مدرسہ کی صوابدید پر ہوتا ہے۔

نیپال کی حکومت نے ایک تنظیم مسلمانوں کے لیے "جمعیۃ الاصلاح" کے نام سے بنائی تھی مگر اس میں ایسے
ملافات رونما ہو گئے ہیں کہ اب اس کا وجود بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایک اور تنظیم "ملت اسلام" نیپال کے
سے چند نوجوانوں نے قائم کی ہے۔ شروع میں تو اس کے کارکنوں کی تعداد بہت کم تھی مگر ان کے علماء دیوبند
دیگر علماء ہند سے روابط کی وجہ سے اس میں اب کافی لوگوں نے شمولیت اختیار کر لی ہے اور آہستہ آہستہ

قومی دھارے میں شامل ہو رہی ہے۔

نیپال کی مسلم اقلیت کشمیر، ہندوستان، تبت اور دیگر اسلامی ممالک سے مختلف زبانوں میں ہجرت کرنے والوں کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی اپنی زبان اردو اور قومی زبان نیپالی ہے یہاں ان مسلمانوں کے لیے اردو زبان میں اسلامی لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے ان کو اسلام کے بنیادی امور کی بھی خبر نہیں اور نہ ہی ارکان اسلام کو صحیح طور پر بجا لانے کا ڈھنگ جانتے ہیں۔

عیسائی، یہودی اور دیگر دینی قوتیں یہاں مسلمانوں کے درمیان زور و شور سے کام کر رہی ہیں۔ ان غیر مسلموں کی جانب سے مسلمانوں کے لیے ہسپتال، مدارس، سکول اور مکاتب کھولے جا رہے ہیں جس میں بظاہر تعلیم و تربیت اور علاج معالجہ کا کام ہو رہا ہے مگر درون خانہ مسلمانوں کو اسلام سے بیزار کرنے اور اپنے اپنے مذاہب، نظریات و افکار کی دعوت دینے کا سلسلہ جاری ہے۔ اسلامی حکومتوں کے سربراہان، علماء، اسکالر ایک ایسے وقت میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں جبکہ نیپال کی اس مسلم اقلیت کے دل و دماغ سے مذہب و عقیدہ، فکر و حریت، ایمان اور عمل علی الاعلان چھینا جا رہا ہے۔ اگر اسلامی ممالک اسلامی تنظیموں اور با اثر مسلمانوں نے اب بھی ان کی مدد نہ کی اور ان سے غافل ہی رہے تو یہ نظارہ بھی سامنے آجائے گا کہ مسلم اقلیتیں کافر و ملحد اکثریتوں میں گھل مل کر ختم ہو جائیں گی۔

(بحوالہ "الفاروق" کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ)

نیپال کے دور دراز دیہات میں جو بلند پہاڑوں پر واقع ہیں بغیر نماز جنازہ میت دفن کر دی جاتی ہے کہ کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے اسی طرح بغیر خطبہ مسنونہ اور باضابطہ نکاح کے پنچایت کے فیصلہ کے مطابق شادی کر دی جاتی ہے اس ہدایت کے ساتھ کہ جب شہر جاؤ تو کسی عالم دین سے نکاح پڑھوا لینا۔ جب کوئی تبلیغی جماعت (جو دور دراز پہاڑی دیہاتوں میں کم ہی پہنچتی ہے) آتی ہے تو گاؤں کے لوگ اپنے مرحومین کے لیے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں یا شادی شدہ جوڑے نکاح پڑھواتے ہیں۔

الحمد للہ صدیقی ٹرسٹ کی جانب سے قرآن کریم، درس نظامی اور صحاح ستہ شریف کے علاوہ اردو کا لٹریچر کثیر تعداد میں ہر ماہ متواتر اور مسلسل روانہ کیا جاتا ہے۔

تیس مدارس اسلامیہ کو اعزازی رکنیت دی گئی۔ یہ خدمت اہل نیپال کے لیے عجیب و غریب اور حیران کن ہے، اللہ تعالیٰ نافع بنائے۔ آمین

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

حافظ تنویر احمد شریفی
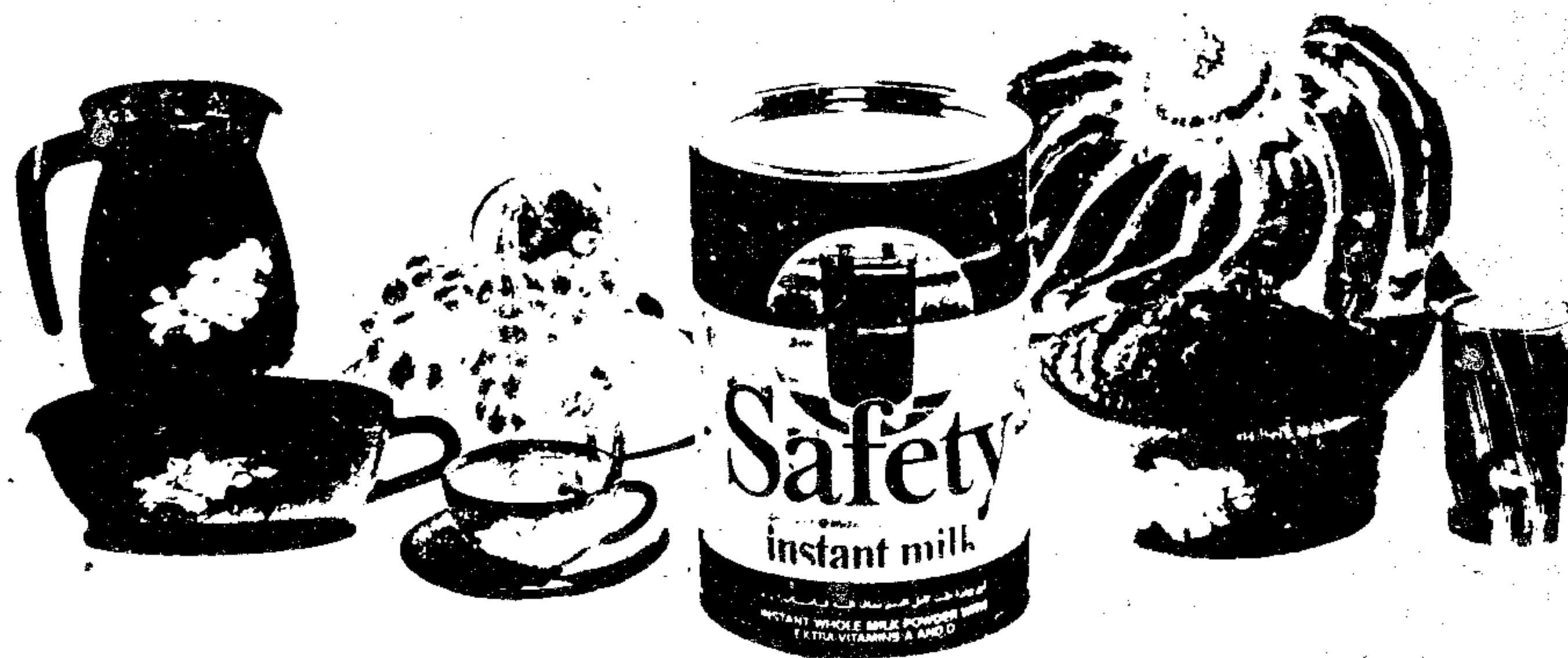
حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ اور علامہ عثمانیؒ کے تفسیری افادات

(ہندی زبان میں ان کی اشاعت کا اہتمام)

اردو زبان کو جب مغلوں کے دور میں عروج نصیب ہوا تو قرآن مجید فرقان حمید کے اردو ترجمہ اور تفسیر کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اور اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے خاندانِ ولی اللہی کے نامور فرزند اور مفسر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کا سب سے پہلا اردو ترجمہ اور مختصر حواشی تحریر فرمائے جو بعد میں موضح القرآن کے نام سے معروف ہوا۔

علماءِ کرام کی متفقہ رائے ہے کہ اگر اللہ رب العزت اردو میں قرآن پاک کو نازل فرماتے تو ہو بہو حضرت شاہ صاحب مرحوم والے الفاظ ہوتے۔

جیسا جیسا وقت گذرتا گیا اردو میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ اور یہ قاعدہ کہ جب زمانے گذرتے رہتے ہیں تو زبانوں میں تبدیلی اور مفہومات میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔

اسی حساب سے حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ترجمہ کو بھی نئے الفاظ میں ڈھالنا اشد ضروری تھا اس شدت کو حضرت شیخ الہند، استاذ الاساتذہ، تحریک آزادی کے شیدائی مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہٗ نے محسوس کیا۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کو حرم مکہ سے طواف کرتے ہوئے ایک بدبخت شاگرد مبارک علی جو انگریز کا ملازم تھا ۱۳۳۴ھ میں گرفتار کرایا اور انگریز ملعون نے آپ کو مالٹا کے جیل خانہ میں بھیج دیا۔ جہاں آپ نے تقریباً ایک سال میں قرآن کریم کے ترجمہ جو دراصل حضرت شاہ صاحبؒ کا تھا کو جدید اور آسان اردو میں تبدیل فرمایا۔ اس ترجمہ میں جیل کے اندر جہاں کوئی مطالعہ کے لیے کتاب اور تفاسیر و احادیث کی کتب موجود نہ تھیں وہاں آپ کے ہونہار تلامذہ میں ایک حضرت شیخ الاسلام، جانشین شیخ الہندؒ، سیدنا و مولانا امام حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اور دوسرے حضرت مولانا سید عزیز گل پشاوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے معاون تھے۔ بعد میں حضرت شیخ الہندؒ رہا ہو کر ساتھیوں سمیت بمبئی پہنچے۔ اس کے بعد آپ پھر ملکی سیاست اور آزادی کی تحریک میں لگ گئے۔ جو آپ کا اصل کام تھا۔ اور چند ماہ بعد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ میں انتقال ہوگیا۔ وفات کے وقت تفسیر سورۃ مائدۃ تک لکھ پائے تھے۔

اس کے بعد مولوی مجید حسن مرحوم نے آپ کی اہلیہ سے مسودہ حاصل کرکے تفسیر کو مکمل کرانے کا کام شروع کیا۔ موصوفؒ نے یہ کام دو حضرات کے سپرد کیا ایک شیخ الاسلام حضرت مولانا امام حسین احمد مدنیؒ جو حضرت شیخ الہندؒ کے بعد تحریک شیخ الہندؒ کے اصل روح رواں رہے۔ اور دوسرے حضرتؒ ہی کے مشہور شاگرد، اور امام مدنیؒ کے ہم سبق شیخ التفسیر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ، جو بعد میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایماء پر تحریک پاکستان میں شریک ہوئے۔ ثانی الذکر کے تفسیری فوائد زیادہ آسان اور عوام الناس کے لیے فائدہ مند تھے اور امام مدنیؒ کے فوائد عالمانہ وحکیمانہ تھے۔ امام مدنیؒ نے جب شیخ عثمانیؒ کے فوائد دیکھے تو بہت پسند فرمائے اور آپ نے لکھنا چھوڑ دیا۔ اس طرح یہ تفسیری فوائد مکمل ہوئے اور بعد کو تفسیر عثمانی سے مشہور ہوئے اور ہزارہا ایڈیشن ہند وپاک میں طبع ہوچکے۔ یہ ترجمہ اور تفسیر بہت مفید ہے خصوصًا نوجوانوں کے لیے انمول تحفہ ہے۔

اس کے انگریزی میں دو ترجمے ہوئے۔ پہلا حضرت مولانا عزیز گلؒ نے اپنی اہلیہ سے کرایا تھا۔ جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔ جبکہ دوسرا ترجمہ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن عثمانیؒ نے ازخود کیا جو طبع ہوگیا ہے۔ اس کے اور دیگر کئی زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے۔

لیکن گذشتہ دنوں اس ترجمہ اور تفسیر کا ہندی ترجمہ حضرت امام مدنیؒ کے منجھلے فرزند اور دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث اور نائب ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم نے فرمایا۔ اور گذشتہ دنوں جمعیۃ العلماء ہند نے دہلی میں تقریب اجرا منعقد کی جس میں حضرت مترجم مدظلہم فرماتے ہیں کہ:۔

"شیخ الہندؒ کے ترجمہ اور علامہ عثمانیؒ کے فوائد کو ہندی اسلوب دینے کا اصل محرک اب سے بارہ برس پہلے مرادآباد کا وہ واقعہ ہے جب ایک صاحب نے بریلی کے ایک جلسہ سے واپسی پر مجھے ایک ہندی پمفلٹ دیا جس میں قرآنی آیات کے تراجم کو توڑ موڑ کر پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اسلام ایک انسانیت دشمن مذہب ہے اور جب یہ کافروں کے قتل کا حکم دیتا ہے تو ہندو اور مسلمانوں کا ایک ساتھ رہنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے"۔

تقریب کے مہمان خصوصی نائب صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر شنکر دیال تھے۔ اس موقع پر انہوں نے نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے جمعیۃ العلماء ہند اور اس کے صدر مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ نے یہ موقع دیا کہ میں اس مبارک تقریب میں شامل ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اس ترجمہ اور تفسیر کو ہندی میں ہندوستان کے لوگوں تک پہنچانے کا کٹھن راستہ جمعیۃ العلماء ہند نے طے کیا ہے جس کے لیے وہ ہم تمام ہندوستانیوں کی طرف سے مبارکباد کی مستحق ہے۔

ڈاکٹر شرما نے کہا۔

"کہ قرآن شریف اور اس کے الفاظ کا سیدھا سادا ترجمہ کرنا اور بات ہے اور اس کے مقاصد تک پہنچنا اور بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بریلی کے اس پمفلٹ کا تذکرہ بھی کیا جس کا ذکر مولانا سید ارشد میاں مدنی مدظلہم نے اپنی تقریر میں کیا تھا۔ اور جو اس ترجمہ و تفسیر کا اصل محرک بنا۔

ڈاکٹر شرما نے مزید کہا۔

" قرآن شریف کے ترجمہ و تفسیر کا کام انتہائی اہم ہے اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ وحی کن حالات میں نازل ہوئی۔ اور اس کے عوامل کیا تھے۔ اگر اس اہم بات کو سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی تو غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لیے ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کا دل صاف ہو۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب پر جب قرآن نازل کیا گیا تو جیسا کہ میں نے تاریخ میں پڑھا ہے۔ پہلے آپ کا قلب بھی اللہ کی طرف سے صاف کیا گیا تھا۔ اس لیے قرآن کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ حدیث سے بھی واقفیت ہو۔ حدیث رسول ہی راستہ بتاتی ہے کہ ہم قرآن کیسے سمجھیں۔

ڈاکٹر شرما نے ہندی میں اس ترجمہ و تفسیر کو مرتب کرنے والوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ یہ انسانیت اور ہندوستان کی ایک ایسی خدمت ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا سکتا۔

آخر میں صدر جمعیۃ العلماء ہند امیر شریعت حضرت سیدی مولانا محمد اسعد مدنی دامت برکاتہم نے مہمان خصوصی ڈاکٹر شنکر دیال شرما اور دوسرے معزز شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس پر وقار تقریب کے اختتام کا اعلان فرمایا۔

اس تقریب کے ناظم، حضرت شیخ الاسلام امام سید حسین احمد مدنی رح کے چھوٹے فرزند مولانا سید اسجد مدنی مدظلہم تھے۔ شرکاء تقریب میں بھارت کے وزیر ریلوے جناب جعفر شریف، وزیر پارلیمانی امور جناب غلام نبی آزاد جناب فاروق عبداللہ، دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب قاسمی مدظلہم، جناب ماسٹر محمد سلیمان ایم اے، وغیرہ شامل تھے۔

تفسیر عثمانی (ہندی) دو جلدوں میں جمعیۃ العلماء ہند نے شائع کی ہے۔

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

نئے ڈیزائن کے شناختی کارڈ مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ الخیر ملتان بابت شعبان ۱۴۱۲ھ پیش نظر ہے جس کا ایک شذرہ یہ ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر مذہبی جماعتوں نے نئے ڈیزائن کے شناختی کارڈ کے سلسلہ میں دو مطالبے کئے ہیں ایک یہ کہ اس میں مذہب کا اندراج ہو دوسرا یہ کہ مسلم اور غیر مسلم کے کارڈ میں رنگ کا امتیاز ہونا ضروری ہے الخیر نے اس کی تائید کی ہے اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے اس مطالبہ کی پذیرائی کی اپیل کی ہے ۔

مذہب کے اندراج کا مطالبہ تو صحیح ہے لیکن چور دروازے کو رنگی امتیاز سے تو شاید بند نہ کیا جا سکے کیونکہ جو دھاندلی پاسپورٹ وغیرہ میں وہاں کرتے ہیں وہ یہاں بھی کر سکیں گے شناختی کارڈ کے لیے فارم پر کرنے میں انہیں بے ایمانی سے کون روک سکے گا اس دروازہ کو بند کرنے کے لیے مستقل محنت کی ضرورت ہے لیکن دوسرے مطالبہ میں یہ اشکال ہے کہ جب تک حکومتی سطح پر خود مسلم اور نامسلم میں کوئی امتیاز نہیں حکومت ہر مدعی اسلام کو مسلمان کہتی ہے اور سمجھتی ہے اور اسے مسلمان کے تمام حقوق کا مستحق بھی قرار دیتی ہے چاہے وہ ضروریات دین کا کھلا منکر ہی کیوں نہ ہو ۔

جب کہ اجماع امت سے وہ اسلام سے خارج ہے مثلاً اہل تشیع کا فرقہ امامیہ ۔ منکرین حدیث متبعین پرویز کا فرقہ اہل قرآن ، ذکری فرقہ ، اسماعیلیہ فرقہ و دیگر ملاحدہ و زنادقہ خذلہم اللہ اب حکومت ان سب کو وہی کارڈ جاری کرے گی جسے مسلمان ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے کیونکہ حکومتی سطح پر ان کو غیر مسلم تسلیم ہی نہیں کرایا گیا ۔ اشکال یہ ہے کہ اس طرح علماء ہی کے مطالبہ پر اگر ان کو گھر گھر مسلمان ہونے کی کبھی سند ملنے لگی تو اس کے نتائج کیا ہوں گے ۔ کیا اس طرح ان شرعی نامسلموں کو جو لوگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں عوامی سطح پر بالخصوص دفاتر متعلقہ میں جب ان کے مسلمان ہونے کا خوب خوب چرچا رہے گا " مزید مشکلات کا سامنا نہیں ہوگا ——— اور کیا خود ان کے مسلمان کہلانے اور اس کی ہر ہر جگہ اشاعت کرانے کا ذریعہ تو نہیں بن جائیں گے ۔

حفظنا اللہ عما لا یرضاہ

بہر حال یہ ایک اشکال ہے جس پر غور کرنے کی درخواست ہے

ناکارہ عبدالکریم عفرلہ ولوالدیہ از نجم المدارس کلاچی ۔ ۵ شعبان المکرم ۱۴۱۲ھ ۱۰/۲/۹۲
سرپرست تحریک عمل برائے نفاذ شریعت اسلامیہ

نظامت تعلیم پنجاب میں قادیانی یلغار

میں ایک کمزور عقیدے کا مسلمان ہوں ۔ محکمہ تعلیم لاہور میں ملازم ہوں میں نے اپنا اوڑھنا بچھونا اپنے افسران کو خوش کرنا ہی بنایا ہوا تھا ۔ اپنے افسران کی خوشنودی مجھے حاصل تھی بلکہ اب تک حاصل ہے ۔ میں آپ کو چند واقعات کی اطلاع دے رہا ہوں جن کا میں چشم دید گواہ ہوں ۔ ان دفاتر کا ایک مسئلہ تو بد دیانتی ہے خاص کر قادیانی خواتین وحضرات کی ہر جائز و ناجائز مدد کی جاتی ہے ان کے ہر طرح کے کام کروانے کے لیے سفارشیں مہیا کی جاتی ہیں ۔ ایک اندازے کے مطابق لاہور کے تعلیمی اداروں میں صرف وہی سربراہ رہ سکتا ہے جو یا تو قادیانی ہو یا دین سے اس کا کوئی مضبوط رشتہ نہ ہو ۔ مردانہ اداروں کی نسبت زنانہ اداروں میں قادیانیوں کے خلاف مزاحمت کم ہوتی ہے اس لیے یہ ادارے ان کی سرگرمیوں کا خاص ہدف ہیں ۔ لاہور میں گلبرگ کالج کی پرنسپل محترمہ میمونہ انصاری ایک فرض شناس اور نیک مسلمان خاتون تھیں ۔ قادیانی لابی نے وہاں امن وامان کا مسئلہ پیدا کیا اور ان کا تبادلہ کروا کے دم لیا ۔ لاہور میں بہترین مقام پر واقع جناح ڈگری کالج برائے خواتین ایک نوجوان خاتون پرنسپل ڈاکٹر کوثر جمال چیمہ کے حوالے کیا گیا ۔ اپنے مشاہدے کی بنا پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یونیورسٹی کی سطح پر طالبات کی کامیابی کا معیار صرف محنت اور حصول علم ہی نہیں رہ جاتا بلکہ اس کے کچھ اور لوازمات بھی ہیں ۔ اسی ڈاکٹر چیمہ نے اپنے قادیانی استاد سے شادی کر لی جس نے اسے سکالرشپ دلوا دیا ۔ بیرون ملک سکالرشپ پر جانے والی خواتین کے لیے ڈگری کا حصول کوئی مشکل بات نہیں ہوتی ۔ اگر آپ باہر جانے والی خواتین کے اعداد و شمار کا ملاحظہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی ۔

پنجاب کے ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشنز کالجز ڈاکٹر امتیاز احمد چیمہ جو میرے باس بھی ہیں ایک کٹر قادیانی ہیں ۔ انہوں نے یہاں ایک مضبوط لابی تیار کی ہوئی ہے ۔ جناب نواز شریف اور شہباز شریف سے تعلقات کے بھی دعویدار ہیں ۔ یہ قادیانی استاد اور ان کے نام نہاد مسلمان مددگاروں کو خوب نواز رہے ہیں ۔ خواتین اساتذہ خصوصی طور پر ان کی تختۂ مشق ہیں ۔ نوجوان خواتین ان سے ہر طرح کے کام کروا لیتی ہیں ۔ پرنسپل صاحبان اور سٹاف کی کالج سے غیر حاضری عام وطیرہ ہے ۔ ایک خاتون استاد محترمہ ناہید لودھی بھی دیکھنے میں آتی ہیں ۔ آپ قادیانیوں کو کافر سمجھتی ہیں اور اس سلسلے میں لگی لپٹی نہیں رکھتیں ۔ ڈاکٹر امتیاز چیمہ جب گوجرانوالہ میں ڈائریکٹر تھے تو ان خاتون سے ناراض ہو کے انکوائری آفیسر کے طور پر ان کو پاگل قرار دے کر ان کی نوکری ختم کر دی ۔　　(ایک مسلمان)

بلاسود بنکاری بمقابلہ سودی نظام

خزانے اور اقتصادی امور کے وزیر مملکت سردار آصف احمد علی نے آج ایک بیان (بحوالہ جنگ راولپنڈی ۲۱ جنوری ۱۹۹۲ء) میں کہا کہ ربوٰ حرام ہے سود نہیں اور متبادل انتظام کے بغیر سود ختم کرنے سے ملکی معیشت تباہ ہو جائے گی مزید برآں علما الزامات لگانے کی بجائے صحیح سمت میں قوم کی رہنمائی کریں۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ اگر سود حرام نہیں تو حکومت نے از خود جنوری ۱۹۸۲ء میں بلاسود کاونٹر کیوں کھولے ؟ حکومت وقت نے خود تسلیم کیا تھا کہ سود حرام ہے اور اس سے بچنے کے لیے یہ اقدامات کئے گئے تھے۔ اب طے شدہ پالیسی سے انحراف کیوں کیا جا رہا ہے۔ ربوٰ کی تعریف کو از سر نو چھیڑ کر اس مسئلہ کو متنازعہ بنایا جا رہا ہے واضح رہے کہ ربوٰ کی اصطلاح سود کی تمام شکلوں اور نوعیتوں پر محیط ہے۔ ریکارڈ کی درستگی کے لیے یہ بھی تحریر ہے کہ علما نے سود کے حرام نہ ہونے کے بارے میں کوئی فتویٰ نہیں دیا ورنہ اسے وفاقی شرعی عدالت میں پیش کیا جاتا۔

جہاں تک متبادل نظام کا تعلق ہے تو اسلامی نظریاتی کونسل جو کہ ایک آئینی ادارہ ہے اور موجودہ دور میں شیخ الاسلام کا درجہ رکھتا ہے اس نے ماہرین معیشت اور بنکاری کی مدد سے ۱۹۸۰ء میں ایک تفصیلی رپورٹ مرتب کی کہ سود کی لعنت سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے اور شریعت کے مطابق سرمایہ کاری کے طریقے کار کیا ہیں

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کی اس رپورٹ "بلاسود بنکاری" ۱۹۸۰ء کو بنیاد بنا کر آگے چلے۔ واضح رہے کہ اس رپورٹ میں چند ایک خامیاں رہ گئی ہیں اس کی اصلاح ۸۴ - ۱۹۸۳ء میں بذریعہ سالانہ رپورٹ کونسل کر دی گئی تھی یہ ایک مکمل اور بہت جامع رپورٹ ہے جو کہ پارلیمنٹ کو پیش ہو چکی ہے عمل درآمد کی محتاج ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل (جس میں علما شامل ہیں) اس مسئلہ پر پہلے ہی حکومت کی صحیح رہنمائی کر چکی ہے حکومت کا فرض ہے کہ وہ الزام تراشی اور حیلے وبہانوں سے کام لینے کی بجائے صدق دل کے ساتھ اس رپورٹ پر عمل کروائے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین ابدی ہیں اور ان کو اپنانے سے ہی امت مسلمہ فلاح کا راستہ پا سکتی ہے۔

عبدالرحمن، افشاں کالونی، راولپنڈی

الحق کے مضامین اور قارئین کے تاثرات

ماہ صفر کا شمارہ الحق یہاں ابھی ابھی پہنچا ہے۔ اس میں آپ کا گراں قدر مقالہ ازواج مطہرات کے مکانات کے جالب نظر رہا۔ بڑا استفادہ کیا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

شاید دس بارہ سال ہوتے ہونگے، اسی موضوع پر اس ناچیز جاہل نے بھی ایک مقالہ شائع کیا تھا اور اس میں مسجد نبوی اور ان متبرک مکانوں کا نقشہ بھی شامل کیا تھا یہ اعظم گڑھ کے رسالہ الرشاد میں چھپا ہے۔ اطلاعاً عرض

اس کی غلطیاں مجھے بتائی جا سکیں، اور ان کی اصلاح کی جاتے تو کیا کہنے! (ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرانس)

○ دارالعلوم حقانیہ کا معروف ماہنامہ الحق اظہار حق کرتے ہوئے مل گیا اور دل سے دعا نکلی کہ اللہ رب العزت اس ادارے اور اس کے عظیم ترجمان کو دوام بخشے نیز اس سے اسلام اور دین کے چشمے پھوٹیں۔ امید کی ایک کرن نظر آتی ہے کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب کا مرکز و منبع یہی دارالعلوم حقانیہ ہی ہوگا اور الحق کا اس میں بہترین کردار ہوگا۔

(محمد ایاز، دیامر شمالی علاقہ جات)

○ دسمبر کے الحق میں چونکا دینے والے مضامین میں "ادھار چیز" مولانا طاسین کا مضمون تو معرکہ خیز ہے ہی جبین کردٹ ہے یا ماتھا، یہ بھی کوئی کم توجہ کا جالب نہیں ہے۔ ادارتی مضامین تو اپنی جگہ ہیں ہی انقلابی اور موثر حضرت اقدس مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا مضمون "مسئلہ رزق اور اسلام" ہم جیسے کوچہ غربت کے رہ نشینوں کے لیے بہت ہی عمدہ از دل خیزد بر دل ریزد کے مصداق۔ گویا اس دفعہ سارا الحق از سرتاپا۔ ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

(عبدالحلیم قاضی کلاچی)

○ شمارہ ۲ جلد ۲۷ برائے ماہ نومبر نظر سے گذرا۔ مضامین پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ میں ایک حقیر و گناہ گار انسان ہوں مگر پھر بھی دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ سب کو جزائے خیر دے اور آپ صاحبان کے درجات کو اعلیٰ کرے۔

اداریہ میں وسط ایشیا کے متعلق آپ کے خیالات سے میں بالکل متفق ہوں۔ میں نے ۱۹۶۷ء میں وسط ایشیاء پر ایک کتاب بعنوان "تاریخ سلطنت مسلمانان روس" لکھی تھی جو انجمن ترقی اردو نے شائع کی اور مرحوم پیر حسام الدین راشدی نے اس پر مقدمہ لکھا تھا ـــــ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اہل وطن کو وسط ایشیاء کی تاریخ اور اسلام کی سربلندی کے لیے ان کی خدمات سے آگاہ کیا جائے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تاریخ واقعتاً اپنے آپ کو دہراتی ہے اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ ہمارے ان وسط ایشیائی بھائیوں ہی کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوگی۔ (کمانڈر مزمل حسین صدیقی)

○ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کے یادگاری مجلہ الحق کو کچھ دنوں سے پڑھنے کا موقع ملا اور اس سے متعلق معلومات ہوئی ہیں ہندوستان کے جس کونے میں ہوں وہاں بہت کم دینی رسائل و جرائد سے واقفیت ہو پاتی ہے الحق میں مجھے بڑی اپنائیت اور اپنے میں ایک منفرد و ممتاز احساس ہوا ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کے مقالہ قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی اور ان کی خدمات نے خاص طور پر متاثر کیا کیونکہ میں بھی اسی میدان کا اپنے کو ایک تنکا سمجھتا ہوں۔ تجوید کی ایک ابتدائی کتاب "السہل التجوید" میں نے ۱۹۸۶ء میں مرتب کی تھی جو یہاں کے عوام و خواص میں مقبول ہوئی اور کئی اہم مدارس کے نصاب بھی داخل کی گئی تھی جسے میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

(محمد الیاس الاعظمی، اعظم گڑھ یوپی انڈیا)

پی۔این۔ایس۔سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان' دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔این۔ایس۔سی قومی پرچم بردار ۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ' ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON

حافظ محمد اقبال رنگونی برطانیہ

مغربی تہذیب کا آخری ارتقائی مرحلہ

برطانیہ میں ۵ برس کے بچوں کو بے حیا بنانے کا منصوبہ

دار العوام کی ہیلتھ سلیکٹ کمیٹی نے کہا ہے کہ سکولوں میں ۵ برس کی عمر کے بچوں کو جنسی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ زندگی میں بعد ازاں لڑکیوں کے حاملہ ہونے کے خطرات کو کم کیا جا سکے۔

(جنگ لندن ، نومبر ۱۹۹۱ء)

برطانیہ میں آٹھ نو سال کے بچوں کو جنسی تعلیم دینے اور جنس (SEX) کی تفصیلات سے واقف کرانے پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کا بھرپور اتفاق ہے اور برطانوی وزیر تعلیم بھی تقریباً اس پر حامی بھر چکے ہیں چند دن قبل ایک مشہور برطانوی گویا کے ایڈز میں مبتلا ہونے اور مرنے سے دو دن قبل اپنے فحش افعال کا اعتراف کرنے کی خبریں بہت عام رہیں۔ عالمی خبروں اور برطانوی اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئیں تھیں جس سے برطانوی مفکروں کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر دی کہ فحش افعال پہ پابندی لگانے کی بجائے ایڈز سے بچاؤ کا واحد طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے معصوم ذہنوں کو جنس سے واقف کرا دیا جائے تاکہ وہ سب کچھ کر سکیں مگر ایڈز سے بچ جائیں۔ سمندروں میں چھلانگ تو لگائیں مگر کپڑے نہ بھیگیں۔ آگ میں کود پڑیں مگر بدن زخمی اور جلنے نہ پائے۔

ابھی کل تک تو اسی بات کا رونا رویا جا رہا تھا کہ بارہ تیرہ سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسیات سے واقف کرایا جائے تاکہ عفت و عصمت کی خرید و فروخت کا دروازہ کھول دیا جائے۔ ان کی ہمت افزائی کے لیے گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کی اصطلاح جاری کی گئی۔ مانع حمل آلات کی سپلائی کے عام اور مفت دینے کے مطالبے کیے گئے۔ عصمت کی خرید و فروخت کو قانونی قرار دینے کے لیے دار العوام میں بل پیش کرنے کے منصوبے بنائے گئے جب دوستی اور فحاشی کے ثمرات برآمد ہونے لگے تو زانیہ کو کنواری ماں کا اعزاز بخشا گیا۔ الگ مکان اور رقوم کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ اور آزادی کے نام پر جو ڈرامہ رچایا گیا اس کی ہر طرح حوصلہ افزائی ہوتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکے اور لڑکیاں سکول اور کالج جانے کی بجائے ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ اسقاط حمل ہونے لگے اور نئی نئی بیماریوں نے برطانوی مفکروں کو ایک عجیب مخمصے میں مبتلا کر دیا۔ اس کے باوجود بھی والدین کو اپنے نونہالوں کے ان گندے کرتوتوں

پر شرم آنے کی بجائے فخر ہونے لگا اور ماں باپ کی موجودگی میں بھی دل بستگی کا سامان پیدا کر لینا کوئی عیب کی بات نہ
لیکن اب معاملہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا نہیں کہ جنہیں سائنس یا ایڈز کی خطرناک بیماری کے علاج اور سد باب
کے بہانے ان غلط راہوں کو انتخاب کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اب تو ان معصوم بچوں کا معاملہ ہے جو ابھی پانچ سال کے ہیں
مگر مغربی معاشرے کے یہ بوجھ بجھکڑ فیصلہ فرما رہے ہیں کہ ان بچوں کو بھی جنسی تعلیم دی جاتے اور جنسیات کے موضوع
کچھ بتلا دیا جائے۔ نتیجہ واضح ہے کہ یہی معصوم بچے ابھی سے شرم وحیا کا لباس اتار کر بے حیائی و بدتمیزی کی راہ اپنا
اور کل یہی قوم کے ناسور اور گندے کیڑے بن جائیں گے۔

برطانوی مفکروں کا بظاہر دعویٰ یہ ہے کہ اس تعلیم سے ایڈز کی بیماری کا سد باب ہوگا جب کہ حقیقت اس کے
برعکس ہے۔ گذشتہ سالہا سال سے جب بھی سکولوں یا کالجوں میں اس قسم کے موضوعات زیر بحث آئے زنا کاری میں اضافہ
ہی ہوا ہے، بے حیائی کے مناظر اور بھی ابھرے ہیں۔ ناجائز بچوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس
قسم کی مخرب اخلاق وحیا سوز تعلیم دراصل "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا صحیح مصداق ہے جسے برطانوی معاشرہ
کے رگ و ریشے میں جبراً داخل کیا جا رہا ہے۔

یہ بات ہم ہی نہیں کہتے شہرہ آفاق برطانوی مفکر اور مورخ مسٹر آرنلڈ جے۔ ٹائن۔ بی بھی اپنی کتاب آپ بیتی میں
بڑی دلسوزی کے ساتھ اس کے تباہ کن اثرات کا اعتراف کرتے ہیں جس کی چند سطریں آپ بھی پڑھ لیں۔

ہماری غیر عقلی معاصرانہ بے صبری جس تیزی کے ساتھ رواں ہے اس نے ہمارے بچوں کی تعلیمی کیفیت میں ایک
طوفان بپا کر رکھا ہے ہم اس تیزی کے ساتھ انہیں بڑا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں گویا وہ چوزے ہیں اور ان کے
انڈوں کو مشینوں کے ذریعہ قبل از وقت ہی سیا جا سکتا ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ ہم انہیں جنسی بلوغت کے دور سے
ہی جسمانی حظ سے آشنا کرنے پر تلے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اس انسانی حق سے محروم کر رہے
ہیں جس کے تحت انہیں بچپن یا لڑکپن کے زمانہ سے مستفید ہونا چاہیئے۔ یہ جنسی بیداری اب برطانیہ میں پھیل گئی ہے
کون کہہ سکتا ہے کہ یہ گمراہ کن غلط تعلیمی نظام اور کتنے مغربی ملکوں پر حملہ آور ہو کر ان کی اخلاقی سطح کو برباد نہیں کرے گا
ہمارے نوجوانوں کی پرورش کی تمام موجودہ پالیسی ہی انتہائی متناقض و متضاد ہے۔ ہم اپنے لڑکے اور لڑکیوں
کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ بارہ تیرہ سال کی عمر میں جنسی زندگی سے واقفیت حاصل کر لیں اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارا تقاضا
یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی پوسٹ گریجویٹ تعلیم کو تیس سال کی عمر تک پہنچا دیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ یہ باقی سولہ سترہ
سال جن پر جنس چھائی ہوتی ہے اپنے ذہنوں کو تعلیم کی طرف پوری طرح راغب رکھ سکیں۔ اگر ہم اپنے موجودہ طریق کار
پر مصر رہے تو ہماری بلند تر اور جدید ترین تعلیمی درسگاہیں جنسی ملاقات کے سوشل کلبوں سے کچھ ہی بہتر ہوں گی۔۔۔
مغربی تہذیب کی جو موجودہ خرابیاں ہیں اس میں جنس کی پیش از وقت پختگی ہماری تہذیب کے دامن پر اخلاقی دھبہ

ہے...... مجھے ہم عصر مغربی تہذیب سے غصہ آتا ہے اس لیے نہیں کہ یہ مغربی تہذیب ہے بلکہ اس لیے کہ مجھ پر اس
خرابیاں آشکارا ہیں۔ (ٹائن بی۔ منقول از روزنامہ امروز لاہور ماخوذ از نئے نئے فتنے ص۱۰۱)

برطانوی مورخ اور مفکر کا یہ حقائق افروز تجزیہ جو آج سے کئی سال قبل کیا گیا تھا کہ موجودہ حالات پر منطبق فرماکر
یھ لیجئے کہ برطانوی سکولوں اور تعلیم گاہوں میں کیا ہو رہا ہے جو ایک عام سکول سے لے کر اعلیٰ یونیورسٹی تک
مطالعہ کر لیجئے پتہ چل جائے گا کہ یہ سب کچھ اسی غیر اخلاقی تعلیم اور کلچر کا نتیجہ ہے جو معصوم اور ناپختہ ذہن میں پیدا کیا
تھا جس کے نتائج کھل کر سامنے آرہے ہیں۔

ہم برطانوی مسلمان باشندے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے اس موقف کی شدید مذمت کرتے ہیں کہ
برس کے بچوں کو جنسی تعلیم سے روشناس کرایا جائے اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قسم کے تمام مضامین اور اسباق
کے ذریعے بے حیائی و فحاشی کو راہ ملتی ہو فوراً پابندی لگائی جائے۔ معاشرہ کو صحت مند بنانے کا علاج یہ نہیں کہ
ہیں غیر اخلاقی حرکتوں میں مبتلا کر دیا جائے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان غیر اخلاقی حرکتوں کو خلاف قانون قرار دے کر اس کے
کب کو سخت عبرتناک سزا کا مستحق سمجھا جائے۔ اسی سے ایڈز کی بیماری پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اور گندے کیڑوں
شفایاب ہو سکتا ہے۔

بقیہ ص۲۸ سے ،۔ قادیانیوں کی سازشیں

خلاف جاسوسی اور سازشوں میں ملوث رہے۔ اسلامی جماعتیں باہمی تکفیر اور تکرار کی بجائے وسطی ایشیا کی روسی
ہوریتوں میں قادیانی سرگرمیوں پر نگاہ رکھیں اور ان کو اس سیاسی فتنے کے مضرات سے روشناس کرائیں۔

پاکستان اور بھارت کی دینی جماعتوں کا یہ فرض ہے کہ قادیانی فتنے کے سیاسی عزائم سے دنیا کو آگاہ کریں۔
موجودہ زمانہ میں قادیانی نقشہ کے مقابلے کے لیے نئی حکمت عملی اور سائنٹیفک طرز فکر کی ضرورت ہے وہ زمانہ گیا جب
ن گوئیوں اور اجرائے نبوت پر بحث کی جاتی تھی اور مناظرے منعقد ہوتے تھے وہ اس زمانے کی ضرورت تھی اب
نتہ ایک نئے رنگ میں سیاسی قوت اور غیر ملکی آقاؤں کی حمایت حاصل کرنے کے بعد ہمارے خلاف برسرِ پیکار ہے
ن کا محاسبہ کرنے کے لیے دینی جماعتوں کو قادیانیت کا بھرپور سیاسی تعاقب کرنا چاہیئے اور اس کی اصلیت کو واضح
چاہیئے قادیانیت کے متعلق ایسے جدید تحقیقی مواد کا سامنے آنا ضروری ہے جو نئے ذہن کو اپیل کرے گذشتہ ایک
ی کی تاریخ کی روشنی میں قادیانیت کا برطانوی استعمار کے حق میں کردار اور اسلام دشمن عزائم کو آشکار کرنا اشد
ری ہے، عربی، انگریزی اور وسط ایشیا کی زبانوں میں ایسے مواد کی سخت ضرورت ہے جس کی تیاری کے فوری
امات کئے جانے چاہئیں۔

پیش کنندہ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ، — نتیجۂ فکر سید سلمان گیلانی

اک دیئے سے دوسرا پھر تیسرا ہے ضوفشاں

مخدوم زادہ مولانا حامد الحق کی تقریب دستار بندی کے موقع پر جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ، تو مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے مگر لاہور کے جناب الحاج محمد یٰسین صاحب (جو جانشین شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور جانشین شیخ التفسیر مولانا عبداللہ انورؒ کے معتمدین اور خواص سے ہیں) کے ساتھ اپنے برخوردار احمد علی سلمہ کو باقاعدہ بطور نمائندہ بھیجا اور ذیل کی شاندار ادبی نظم بطور ہدیہ تبریک کے بھیجی جو سید سلمان گیلانی کے نتیجۂ فکر کا بہترین ادبی ثمرہ ہے نذر قارئین ہے۔

ادارہ

حامد الحق تجھ پہ یوں رحمت ہوئی رحمٰن کی — اس نے بخشی تجھ کو دولت علم کی عرفان کی

آج تیرے سر پہ جب دستار رکھی جائے گی — یاد دادا جان کی تجھ کو یقیناً آئے گی

جس کے تقویٰ اور طہارت کی قسم کھائے جہاں — جس کے ایماں کی گواہی دیں زمین و آسماں

جس نے سر نیچا کیا باطل کا ہر میدان میں — گونجتا تھا بن کے حق کا ترجماں ایوان میں

وہ خلیل عصر حاضر، مرد حق، مرد جری — جس نے مٹی میں ملا ڈالی تھی، رسم آذری

یعنی عبدالحقؒ جو اپنے وقت کے سحبان تھے — علم منقولات و معقولات کی اک کان تھے

تو ہے ان کے لخت دل کا لخت دل حامد میاں — اک دیئے سے دوسرا، پھر تیسرا ہے ضوفشاں

آج سے تو زندگی کا اک نیا آغاز جان — تو سمیع الحق کا بیٹا ہے یہ اک اعزاز جان

یہ اکوڑے کی زمین کا مان یہ دارالعلوم — علم کی دنیا میں ہر جانب مچی ہے جس کی دھوم

حضرت احمد علیؒ نے اس کی رکھی تھی اساس — حضرت مدنیؒ کی جن میں ہو بہو تھی بو و باس

قطب عالم تھے وہ، یہ ان کی دعا کا ہے اثر — آج ہے مشہور عالم جو یہ چھوٹا سا نگر

اس سے وابستہ ہے فیض ذات حضرت تھانویؒ — گونجتے ہیں اس میں ارشات حضرت تھانویؒ

سچ کہوں یہ ملک پاکستان کا ہے دیو بند — دیو بند کی طرح دنیا میں ہے یہ بھی ارجمند

آسکا نہ میں تو میری معذرت کرلے قبول — بھیجتا ہوں نظم گیلانی کی، یہ کرلے وصول

زندگی میں حق کرے ہر آن تیری یاوری
تجھ کو دیتا ہے مبارک باد اجمل قادری

ادبیات

حافظ محمد ابراہیم فانی

ہدیۂ تبریک

بنام حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب سینیٹر و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک و حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب ایم اے مدرس و نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ بتقریب سعید دستار بندی صاحبزادہ مولانا حامد الحق و حافظ سلمان الحق نبیرہ گان زبدۃ الاتقیاء ۔ استاذ العلماء ۔ وریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبد الحق صاحب قدس سرہٗ ۔ بتاریخ : ۱۴ فروری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

اک نوید جانفزا باد صبا لائی ہے آج
نکہتِ باغ رسولِ مجتبیٰ آئی ہے آج

گلستانِ عبد حق پر آج آئی ہے بہار کس قدر شادان ہوگی روح شیخ ذی وقار
ہے یہ دستارِ فضیلت باعثِ صد افتخار تاج شاہی سے فزوں تر ہے اسکا ایک تار
جس کو دیکھو اس سعادت کا تمنائی ہے آج
نکہتِ باغ رسولِ مجتبیٰ آئی ہے آج

باعثِ صد ناز و تحسین ہے یہی رتبہ ترا کیوں نہ ہو مسرور و تاباں آج یہ چہرا ترا
قدرتِ حق سے مبارک یہ تجھے تحفہ ترا خدمتِ دین متیں آبائی ہے ورثہ ترا
اس وجہ سے تجھ کو حاصل یہ پذیرائی ہے آج
اک نویدِ جانفزا باد صبا لائی ہے آج

حافظِ انوار پر دروازۂ رحمت کھلا تاج نورانی درِ حق سے اسے تحفہ ملا
ان کا یہ سلمانِ حق بھی حافظ قرآن بنا غنچۂ امید اُن کا فصل گل میں یوں کھلا
نور و رحمت کی فضائے دلربا چھائی ہے آج
اک نویدِ جانفزا باد صبا لائی ہے آج

ہدیۂ تبریک کے قابل ہیں مولانا سمیع قدرت رب نے جو بخشی ہے تجھے شان رفیع
آپ کے فرزندِ حامد پر ہے انعام بدیع راشد الحق بھی سدا ہو آپکا "فانی" مطیع
رحمتِ حق سے منور جشن زیبائی ہے آج
اک نویدِ جانفزا باد صبا لائی ہے آج

گاڑیوں کی نیلامی

درج ذیل سرکاری گاڑیاں جو صوبہ سرحد گورنمنٹ کی ملکیت ہیں مورخہ ۹۲-۳-۴ کو سول سیکرٹریٹ گراج صوبہ سرحد پشاور میں نیلام کمیٹی کے زیر نگرانی جہاں ہیں اور جیسی ہیں کی بنیاد پر نیلام کی جائیں گی۔

نمبر شمار	رجسٹریشن نمبر	مارکہ / ماڈل
۱-	PRK - ۷۲۶۷	ہنڈا اکارڈ ۱۹۸۵
۲-	PRJ - ۱۶۴	〃 〃 〃
۳-	PRL - ۹۰۲۱	متشوبشی/لانسر ۱۹۸۷
۴-	PRL - ۹۰۲۴	〃 〃
۵-	PRL - ۹۰۲۶	〃 〃
۶-	PRK - ۷۲۷۹	نسان/سنی ۱۹۸۷
۷-	PRK - ۸۷۱۳	〃 〃
۸-	PRK - ۸۶۹	پجیرو ۱۹۸۶
۹-	PRK - ۵۶۰۴	سوزوکی ۱۹۸۷

گاڑیوں کا معائنہ صبح دس بجے تا بارہ بجے کسی بھی دن دفتری اوقات کار میں کیا جا سکتا ہے۔ کامیاب بولی دہندہ کو بولی کا ۱/۴ موقع پر ادا کرنا ہوگا جبکہ بقایا رقم مجاز اتھارٹی کی رضامندی کے بعد تین یوم کے اندر ادا کرنا ہوگی۔ عدم ادائیگی کی صورت میں بولی کا ۱/۴ بحق حکومت ضبط کر لیا جائے گا۔ مجاز اتھارٹی کسی ایک یا تمام پیشکش بغیر وجہ بتلائے مسترد کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔ تین فیصد انکم ٹیکس کامیابی بولی دہندہ سے بولی کی رقم کے علاوہ بھی وصول کیا جائے گا۔

سید محمد جاوید ڈپٹی سیکرٹری (ایڈمنسٹریشن)
سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ
سول سیکرٹریٹ پشاور

INF (P) ۴۲۵